بسم اللہ الرحمن الرحیم

Sheikh Michael Mansur

Why He Became A Christian?

By

Allama Sheikh Kamil Mansoor

شیخ میخائیل منصور

کیوں مسیحی ہوئے؟

مصنفہ

شیخ کامل منصور صاحب

۱۹۳۲

قرآنی آیات کو بہتر طور پر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

شیخ میخائیل منصورکیوں مسیحی ہوئے

شیخ کامل منصورصاحب

Urdu

Nov. 29, 2007

www.muhammadanism.org
www.noor-ul-huda.com

دیباچہ مصنف

"مسیح میری زندگی ہے اورموت نفع"

انسان کی زندگی کی معیاریہ نہیں کہ وہ دنیائے ناپائیدار میں زیادہ عرصہ تک زندہ رہے بلکہ وہ نیک اعمال ہیں جوہمیشہ تک اُسکے نام کوزندہ رکھتے ہیں۔

تمام افعال سے بہترافعال جن سے انسان کوہمیشہ کی زندگی اورنیک نامی حاصل ہوتی ہے فداکاری اورخودانکاری ہے جوخدا کی مخلوقات کی بہبودی کے لئے کی جاتی ہے۔ چونکہ حقیقی شجاعت اس شعبہ حیات کے سوا کہیں اورنہیں پائی جاتی ہے لہذا میں ان اصحاف کی خدمت میں جوفداکاری اورخودانکاری کے شائق ہیں اوردوسروں کے مفاد کی خاطر اپنی زندگی صرف کررہے ہیں اپنے بھائی کی سوانح عمری کا ایک ورق پیش کرتا ہوں اورساتھ ہی اپنی اس تقصیر کا اعتراف کرتاہوں کہ اس تاریخ کی تدوین کیلئے جتنے مواد کی ضرورت تھی وہ فراہم نہ ہوسکے۔ کیونکہ ان کی نظم اورنثر، مراسلات ومضامین کا ایک کافی حصہ ضائع ہوچکا ہے۔ نیز اس کتاب کی اشاعت کی تاخیر کے لئے بھی معذرت چاہتاہوں کہ چند گوناگوں اورنا گہانی امور کی وجہ سے اس کی اشاعت میں اس قدرتاخیرواقع ہوئی ہے۔

میں خدا سے دعا کرتاہوں کہ وہ اس کتاب کوبہتوں کے لئے شمع راہ ہدایت ثابت کرے۔ آمین۔

کامل منصور

فہرست مضامین

دیباچہ مصنف	آپ کے بعض مطبوعہ مضامین
شیخ موصوف کی سوانح عمری	لاتبدیل کلمات اللہ
آپ کی زندگی کا دوسرا دور	توحید وتثلیث
آپ کی مسیحیت کی جستجو اورآپ کا مسیحی ہونا	سوال اوراس کا جواب
آپ کی مسیحیانہ زندگی	مسیحی مسلمانوں کے قرضدار ہیں
آپ کے مصائب	پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا
آپ کا ایمان	سوالات اورجوابات
آپ کے اخلاق واوصاف	مسلمانوں کی خدمت میں گذارش
آپ کا کام میں مشغول ہوجانا	الاستبصاردرتردید منار
آپ کی بیماری اورموت	
آپ کے متعلق چند مشہور اشخاص کی رائے	

شیخ موصوف کی سوانح عمری

اوراُن کی اسلامی زندگی

آپ کا نام محمد تھا۔ اورآپ کے والد کا نام محمد بن منصور تھا۔ آپ مارچ ۱۸۷۱ء میں شہر سوہاج میں جوضلع جرجا کا حاکم نشین ہے پیدا ہوئے اورحسب دستورآپ اس مکتب میں جوالعارف باللہ کی مسجد میں جاری تھا داخل کئے گئے تاکہ قرآن شریف کو حفظ کرلیں۔ اس وقت اس مکتب کے قاری شیخ مسعود العزازی تھے جوحسن تربیت میں بہت ہی مشہورتھے۔ آپ نے ایک قلیل عرصہ میں قرآن شریف کو ازبرکیا۔ چونکہ آپ کے بشرہ سے ذکاوت اورذہانت کےآثار ظاہر ہورہے تھے لہذاآپ کے والد صاحب نےآپ کو سوہاج کے ایک قریب ہی کے گاؤں میں جس کا نام لصفورہ ہے مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجا۔کیونکہ یہاں ایک مشہور مسجد ہے جس میں علوم اسلامیہ کی تعلیم نہایت اہتمام کے ساتھ ہوتی ہے اورمصر کے چاروں طرف سے طلبہ نہایت کثرت کے ساتھ یہاں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے

آتے رہتے ہیں ۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس مدرسہ کے مدرس اعلیٰ شیخ علی بدرالعالم مالکی صوفی خلوتیہ مرحوم تھے جوعلوم نقلی وعقلی کے ماہر ہونے کے علاوہ کثیر التعداد طلبا کے پیرومرشد بھی تھے۔

جب یہ ہونہار طالب علم اس مدرسہ میں داخل ہوگیا تواس کی فہم و فراست کودیکھ کر شیخ موصوف نے خاص طورپر اس کی تعلیم وتہذیب کی طرف توجہ مبذول رکھی اورہر طرح سے اس کے قوا کی تکمیل کو ملحوظ رکھا۔

اس بے مثل شاگرد نے بھی اس موقع کوبساغنیمت سمجھا اوراپنے مہربان استاد کی خدمت میں کامل دس سال رہ کر ہر طرح سے استفادہ کیا یہاں تک کہ مالکی فقہ کو مکمل طورپر حاصل کیا۔ اورتفسیر میں تفسیر کشاف، اورتفسیر بیضاوی اورتفسیر جلالین کو۔ اورحدیث میں اربعین نودی وصحیح مسلم وصحیح بخاری کواوردیگر کتب توحید اورلغت اورصرف ونحواورعلم بیان ومنطق اورفلسفہ وتاریخ اورعلم اصول کونہایت کامیابی کے ساتھ ختم کیا۔ اوراپنے ہم جماعت طلباء سے ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا اوراستاد بھی اس کی ذہانت سے متعجب تھا۔ اس کی علمی لیاقت کی ایک ادنیٰ دلیل یہ ہے کہ جب یہ طالب علم ہی تھا تواس کے استاد نے اس کو" مغنی لبیب" پر تعلیق لکھنے کا حکم دیا چنانچہ لکھ کراستاد کی خدمت میں پیش کی جس کودیکھ کر اُستاد نے بہت تعریف افسوس ہے کہ یہ تعلیق ان کے پاس سے ضائع ہوگئی۔ لیکن اس کا دیباچہ ان کے پاس محفوظ رہا جس کو میں نے اُنکی بزرگی میں ان سے لے لیا تھا جویہ ہے:

اللھمہ[1] یا من شواھد صنعك طاہرتہ البر ھان و عوامل اثارك محکمتہ البیان الخ"۔

امابعد فیقول[2] ذواالتقصیر والقصورمحمد بن محمد بن منصورھذا تعلیق طفیف علی شواھد مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب صملنی علیہ من لا تر داشارتہ وہ لا یسعنی مخالفتہ العالمہ العلامہ الشیخ علی بدرمتع اللہ الامتہ بوجودہ وافاض

---

[1] اے خدا تیری کاریگری تیرے وجود پر کھلی دلیل ہے۔ اورتیرے آثار کے عوامل محتاج بیان ہیں۔

[2] یہ کمترین سراپا تقصیر محمد بن محمدبن منصور کہتا ہے کہ مغنی اللبیب پر تعلیق لکھنے کواس شخص نے کہا تھا جس کا حکم ٹالا نہیں جاسکتا اورنہ اس کی مخالفت کی طاقت ہے وہ علامہ شیخ علی بدرہیں جس کے وجود سے خدا نے اس امت کو بہرورکیا اوراپنے انعام اوربخشش کا ان پر فیضان کیا۔ اگرچہ میں ایک کم بضاعت شخص ہوں بحکم وللشی علی الشی مقائس واشباہ اپنے آقا اورمولا پر اعتماد کرکے جوکچھ مجھ سے ہوسکا کہہ ڈالا اوراسی پربھروسہ کیا۔

علیهم من جم انعامه وجوده وانی وان کانت بضاعتی مزجاته رونللشئی علی الشئی مقایلیس واشباه) جعلت علی مولای اعتمادی وبه اعتقادی فقلت وعلیہ توکلت ۔

نیز آپ کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک مشہور عربی قصیدہ ہے جس میں آپ نے خدا کے ننانوے ناموں کو جن کو صوفی بطور ورد کے ازبر کیا کرتے ہیں نظم کیا ہے۔ نیز آپ کی اور بھی بہت سی نظم ونثر ہیں جن کو ہم بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔

آپ کی اسلامی زندگی کا دوسرا دور

یہ بے مثل طالب علم فارغ التعیم ہوکر ۱۸۹۱ء میں مدرسے سے نکل کر سوہاج واپس آئے۔ ابتداءً آپ بہت ہی خاموش اورقلیل الکلام اورتنہا پسند رہا کرتے تھے۔ دن کو بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ میں اورررات کوذکرواذکارمیں مشغول رہتے تھے۔ صوفیانہ زندگی کی طرف بہت ہی مائل تھے۔ باطن کی صفائی میں ہمہ تن کوشش کیا کرتے تھے اورعالم لاہوت کے اسرار کے اکتشاف میں مستغرق رہا کرتے تھے۔اسی حالت میں آپ نے بہت سے قصائد نظم کئے اورآپ کی شہرت چاروں طرف آفتاب کی طرح پھیل گئی۔ چارو ں طرف سے لوگ استفادہ کی غرض سے جوق جوق آنے لگے۔ اس لئے آپ کومجبوراً خانہ نشینی ترک کرنا پڑا اورسوہاج کی بڑی بڑی مسجدوں میں وعظ کرنے کی غرض سے بلائے جانے لگے۔ آپ نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس میں ابتداءً آپ کے احباب داخل ہوئے لیکن بہت ہی کم مدت میں اطراف واکناف کے طلباء سے بھرگیا۔

آپ کی مسیحیت کی جستجو
اورآپ کی مسیحی ہونا

۱۸۹۳ء میں آپ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسلامی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مسیحیت کی تفتیش کی جائے اورجہاں تک ہوسکے اُس کومغلوب کیا جائے چنانچہ آپ نے مولوی رحمت اللہ صاحب کی کتاب اظہارالحق کوغور سے مطالعہ کیا اوراپنے استاد شیخ علی بدرسے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کی اجازت چاہی لیکن استاد نے یہ کہہ کر اجازت نہیں دی کہ" آپ نے مجھ سے عہد کرلیا تھا کہ عیسائیوں اوریہودیوں سے تعرض نہیں کرینگے"۔ استاد صاحب کا یہ دستور تھاکہ اپنے شاگردوں سے اس قسم کا عہد لیا کرتے تھے تاکہ مباحثہ کرنے میں جوتکبر اورغروپیدا ہوجاتاہے اس سے ان کے شاگرد بچیں"۔

لیکن آپ نے اپنے استاد کویہ کہہ کر قائل کیاکہ اسلام کی تبلیغ اورغیر مذاہب کے ساتھ مباحثہ کرنا ہرایک مسلمان پرفرض ہے۔ چنانچہ خدا فرماتاہے کہ" ان کوحکمت اوروعظ کے ساتھ خدا کے راستہ کی طرف بلالواوراچھے طریقہ سے اُن سے مباحثہ کرو"۔ استاد نے کہا بے شک بات یوں ہی ہے لیکن مجھ کو ڈر ہے کہ تمہارا وقت بحث ومباحثہ میں ضائع نہ ہوجائے اوراندرونی پاکیزگی اورصفائی کے لئے تمہیں وقت نہ ملے۔حالانکہ انسان کے لئے سب سے ضروری ہے امریہ ہے کہ وہ خواہشات نفسانی کو ترک کرے اورحتی الامکان اپنے مولا کی رضامندی پرچلے۔ لیکن اپنے استاد کی دلائل سے اُن کی تسلی نہ ہوئی اورمسیحیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کا تہیہ کرلیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب کچھ روح القدس کی تحریک سے ہوا اورجوان کے مسیحی ہونے اورنجات پانے کے لئے ایسا سبب مہیا کرہا تھاجس سے وہ بہت جلد حضور مسیح کوقبول کرلیں۔

جس شخص کے ساتھ سب سے پہلی آپ کی مذہبی گفتگو ہوئی اُس کا نام میخائیل تھا جس کے ساتھ آپ کا تعارف پہلے سے ہوچکا تھا۔جب آپ نے اس کے ساتھ گفتگو کرنی چاہی تواُس نے صاف کہہ دیا کہ میں مباحثہ کرنے کے اصول سے واقف نہیں ہوں توآپ نے کہا کہ اچھا مجھے کسی

ایسے پادری کے پاس لے چلو جوبحث ومباحثہ سے واقف ہو۔ آپ نے یہ جملہ اس اصرار کے ساتھ کہا کہ میخائیل مجبوراً آپ کوایک آرتھوڈکس پادری کے پاس لے گیا جس کا نام" قمص منفریوس" تھا۔ لیکن وہ بھی اُن کو مطمئن نہ کرسکا۔ اورایک اسکول ماسٹر کے پاس لے گیا۔ اُس نے کہا کہ میں آپ کے سوالات کے جواب نہیں دے سکتا۔ اگرآپ میرے ساتھ " الجمعیہ انجیلیہ" کے پاس چلے جائیں توممکن ہے کہ وہاں پادری صاحبان آپ کے سوالات کے جواب دے سکیں۔چنانچہ دونوں روانہ ہوگئے جب" الجمعیہ انجیلیہ" میں پہنچ گئے تواُس وقت عبادت ہورہی تھی۔ مسیحیوں کی عبادت کودیکھ کرآپ شش درره گئے کہ کس طرح نمازی اپنے واعظ کی نصیحت سننے کے لئے ہمہ تن گوش بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ان کی روحانی تسبیح وتہلیل کودیکھ کرآپ حیران رہ گئے کیونکہ دیگرمسلمانوں کی طرح آپ کے خیال میں بھی نہیں آسکتا تھاکہ مسیحی اس طورپر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ بلکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ مسیحی لوگ بھی بت پرستوں کی طرح مسیح کے اوردیگر مقدسین کے بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

جب عبادت ختم ہوگئی تواسکول ماسٹر صاحب نے گرجہ کے پادری صاحب سے آپ کا تعارف کرایا۔ تعارف کے بعد پادری صاحب نے مباحثہ کرنے کے لئے جگہ اور وقت مقرر کیا۔ جب حسب وعدہ دونوں اکٹھے ہوگئے تو وحدت اورتثلیث پر بہت دیر مباحثہ ہوتا رہا۔ مباحثہ کے بعد شیخ منصورکواپنی فتحمندی کا یقین ہوگیا جس سے اسلام کا تفوق اورمسیحی عقائد کا ضعف اُس کے دل میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ جم گیا لیکن ان کے رخصت ہونے سے قبل پادری صاحب نے ان سے کہاکہ" ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ خدا سے ہدایت مانگے اورمیں آپ کو نصیحت کرتاہوں کہ آپ بھی خدا سے دعا کریں کہ وہ سچی راہ آپ کودکھائے"۔ پادری صاحب کے اس جملہ سے آپ کے دل میں ایک عجیب خلجان پیدا ہوگیا اوراپنے آپ سے یہ سوال کرنے لگے کہ" کیا میں سچائی پر قائم ہوں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ میرا طریق جس پر میں قائم ہوں باطل پرہو"؟ اس قسم کے خیالات نے آپ کے

دماغ میں پیدا ہوکر آپ کو بہت ہی مضطرب اورپریشان رکھا۔ آپ نے بہت ہی کوشش کہ ان خیالات سے رہائی حاصل کریں لیکن جس قدرآپ کوشش کرتے تھے اسی قدرشک ویقین میں مبتلا ہوجاتے تھے۔ نہ توایسی دلائل پیدا ہوجاتی تھیں آپ کو مسیحیت کی طرف سے کھینچ لیں اورنہ ایسے اسباب کہ آپ اسلام سے متنفر ہوں۔ درحقیقت یہ سب کچھ روح القدس کا کرشمہ تھا۔

اس قسم کے تفکرات اورخیالات روز بروز بڑھتے گئے یہاں تک کہ آپ اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ دنیا کے مذاہب میں سے کسی مذہب کودوسرے مذہب پر فوقیت حاصل نہیں جب تک کہ اس کی فوقیت براہیں اوراستدلال سے ثابت نہ ہوجائے لہذا ان کے نزدیک تمام مذاہب ایک ہی سطح پر واقع تھے اوریہ کہ جن میں سے جس کو انسان صحیح اوربرحق سمجھے قبول کرے اورجس کو برغلط سمجھے رد کرے۔

المتخصر۔ آپ برابر سوال وجواب اوربحث ومباحثہ میں مشغول رہے اوراکثر راتوں کو کلیسیائے انجیلی میں جاکر وعظ سنا کرتے تھے۔ پادری میخائیل صاحب کے جوکلیسیائے انجیلیہ اسکندریہ کے پاسبان تھے وہ وعظوں نے آپ پر خاص اثرکیا جن میں سے ایک اس آیت پر تھاکہ:

"خدا سچا ہے جس نے تمہیں اپنے بیٹے ہمارے سیدنا عیسیٰ مسیح کی شراکت کے لئے بلایا ہے"(۱کرنتھیوں۱: ۹)۔

اوردوسرا اس زبورپر کہ:

"جوکوئی ستائش کے ذبیحے گذارنتا ہے وہ میرا جلال ظاہر کرتا ہے۔ اوراس کو جو اپنی چال چلن درست رکھتا ہے میں خدا کی نجات دکھاؤنگا"۔(زبور۵۰: ۲۳)۔

اس اثنا ء میں آپ نے بہت روحانی تکلیف اٹھائی اورتذبذب اور شک ویقین کے درمیان دائررہے یہاں تک کہ آپ کی اس سراسیمگی اورمضطربانہ حالت کودیکھ کر ہمیں گمان ہوچلا تھاکہ آپ کسی دماغی آفت میں مبتلا ہیں۔اکثر آپ اپنے کمرے میں داخل ہوجاتے تھے اوردروازہ بند کرکے سارا دن اسی میں پڑے رہتے تھے۔آپ کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑگیا تھا اورزیادہ غوروخوض کی وجہ سے آپ بہت ہی مضحمل معلوم ہوتے تھے آپ کے والد اوردوستوں نے بہت

چاہا کہ آپ کے اضطرار اور بے چینی کی وجہ دریافت کریں لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔

آپ رات دن بائبل مقدس کے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کو بار بار پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ کوشش کرتے تھے کہ میرے سوائے کسی اور کو اس کا علم نہ ہوجائے اس لئے مجھ کو بھی تاکید کرتے تھے کہ کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کروں۔ ایک مدت کے بعد پھر آپ کے بشرہ پر خوشی اور سرور کے آثار نمودار ہونے لگے جس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے منجی کا نور آپ کے دل پر تو افگن ہوا۔ حضور مسیح اپنی کمال محبت کے ساتھ آپ پر ظاہر ہوئے اور آپ پر مسیحی صداقت ،محبت اور اس کی تسلی بخش تعلیم اپنی تمام شان وشوکت کے ساتھ منکشف ہوگئی۔ اور آپ کو کامل طورپر اس کا یقین ہوگیا کہ فی الحقیقت صرف حضور مسیح ہی راہ حق اور زندگی ، میں اور انسان سراپا گنہگار۔ خاطی اور عاصی ہے اور حضور کے سوائے اور کوئی نجات دہندہ نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ مسیحیوں کے ساتھ خوب مل جل گئے اور اُن کی کتابوں سے اپنے کتب خانہ کو بھر دیا جس سے مسلمانوں کے دل میں شک پیدا ہونے لگا لیکن ظاہر نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ کوئی شخص یہ باور نہیں کرسکتا تھا کہ ایسے عالم فاضل ، محقق ، متقی، پرہیزگار اور صوفی ،جو رات دن نماز وروزہ میں زندگی بسر کرتے ہیں کس طرح مسیحی ہوسکتے ہیں۔

لیکن شک کرنے والوں کی جماعت بڑھتی گئی اور لوگوں کی مخالفانہ نگاہیں آپ پر پڑتی گئیں اور آپ کے دوستوں نے آپ کو صلاح دی کہ مسیحیوں کے ساتھ نشست وبرخاست ترک کریں اور اُن کے یہاں آیا جانہ کریں۔ لہذا آپ مجبوراً راتوں کو یا پوشیدہ طورپر مسیحیوں کے یہاں جانے لگے لیکن اس سے بھی کچھ فائدہ نہ نکلا اور لوگ برابر آپ کو ہدف ملامت بنانے لگے اور الحاد وکفر کی طرف نسبت دینے لگے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ

لقد زعموا انی بحبک ملحد
وانی بتہ صدیقی کتابک کافر
وقالوامفصل جبہ اللہ وجہہ
واحرمہ نیل المنیٰ وھوقادر
فان کان حب اللہ جل جلانہ
وتصدیقہ کفراً فانی کافر

یعنی" اے خدا لوگ تیری محبت کی وجہ سے مجھ کوملحدخیال کرتے ہیں۔ اورتیری کتاب کی تصدیق کے سبب مجھ کوکافرکہتے ہیں۔ اورکہتے ہیں کہ یہ کافر ہے خدا اُن کوذلیل کردے اورنامراد کردے اوروہ ایسے کرنے پر قادر ہے۔ پس اگر خداکی محبت اوراُس کی تصدیق کفر ہے توبے شک میں کافرہوں"۔

جب اُنہوں نے مسلمانوں کا یہ سلوک دیکھا اورنیزیہ کہ ایمان کے نہ ظاہر کرنے میں گناہ ہے اورایسا بوجھ ہے جس کو وہ برداشت نہیں کرسکتا ہے توآپ نے کلیسیائے انجلیہ سے درخواست کی کہ مجھے بپتسمہ دولیکن کلیسیائے مذکورنے خوف کی وجہ سے ڈھیل ڈال دی اورایسا جواب دیا جس کا انتظارنہیں کیا جاسکتا تھا۔لہذاآپ نے کاتھولیکی قبطی پادری صاحب کواس معاملہ کی اطلاع دی جس کا جواب اُنہوں نے یہ دیاکہ کلیسیائے کاتھولیکی بالکل تیارہے کہ آپ کو بپتسمہ دے اورادھر بطرکخانہ کاتھولیکیہ کوجوقاہرہ میں تھا خط لکھا جس کے جواب میں بطرکخانہ نے یہ لکھا کہ ان کو فی الفوریہاں بھیج دو۔

ہم کواس معاملہ کا مطلق علم نہ تھا کہ یکایک آپ نے ہمیں اپنے سفر کی اطلاع دی اوراپنے مدرسہ کواپنے شریک کار کے سپرد کرکے ہوا کے گھوڑے پرسوار قاہرہ جاپہنچ اورکلیسیائے کاتھولیکہ میں شریک ہوئے یہ ۱۸۹۴ء کے آخرکاواقعہ ہے اوراپنا نام "میخائیل" رکھوایا۔ اس طرح آپ کا بپتسمہ باپ،بیٹے،روح القدس کے نام پرہوا"۔

لیکن آپ کے مسیحی ہونے پر ابھی ایک ہفتہ بھی گذرنے نہیں پایا تھاکہ تمام سوہاج اوراس کی اطراف میں سرعت کے ساتھ آپ کے مسیحی ہونے کی خبرپہنچ گئی ۔ پھر کیا تھا چاروں اطراف سے وفد پر وفد آنے لگا اورہم سے آپ کے مسیحی ہونے کی صحت دریافت کرتے تھے۔ لیکن ہم کیا

جواب دے سکتے تھے۔ کیونکہ ہم خوددوسروں کی طرح حقیقت حال سے بالکل ناواقف تھے۔ اس لئے آپ کے والد صاحب فی الفور قاہرہ روانہ ہوئے تاکہ اس خبر کی حقیقت دریافت کریں۔ تمام لوگوں میں آپ کا مسیحی ہونا موضوع بحث رہا۔

آپ کی والدہ اوربھائی اورتمام خاندان کے افراد کی ایسی حالت تھی جس کے بیان کرنے سے میرا قلم قاصر ہے۔ آپ کی والدہ کا کام رونے اورپیٹنے کے سوائے اورکچھ نہ تھا۔ اسی طرح آپ کے بھائی اورخالائیں ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ گویا کالبد بے روح ہیں۔ ہمارا گھرمردوں اورعورتوں سے بھرا رہتا تھا جو روروکریہی دعا مانگتے تھے کہ ایا الہٰی یہ خبرغلط ہو۔

آپ کے اُستاد علامہ شیخ علی بدر کی توحالت ہی نہ پوچھئے آپ اس طرح روتے تھے جس طرح کوئی بڑھیا عورت اپنے اکلوتے بیٹے کی موت پر روتی ہو۔ اوریہ کہتے جاتے تھے کہ " شیخ منصور کی طرح لیاقت اورذہانت کا شخص اب نہیں مل سکتا۔ الہٰی جوکچھ ہم سن رہے ہیں غلط نکلے"۔

آپ کی والدہ جب قاہرہ پہنچ گئے توسیدھے بطرکخانہ کا تھولوکیہ میں گئے اوراپنے بیٹے سے مل کراُن سے کہا کہ سوہاج میں یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ تم مسیحی ہوگئے ہو کیا یہ سچ ہے۔ بیٹے نے کہا کہ بے شک میں مسیحی ہوگیا ہوں اوریہ خبر سچ ہے۔ اورمیں نے مسیح پر ایمان لاکر اطمینان کلی حاصل کرلیا ہے اُن کے منہ سے یہ جملہ نکلنا ہی تھا کہ آپ کے والد صاحب پر بجلی گرگئی۔ غم اور غصہ کے مارے قریب تھا کہ اُن کا دل پھٹ جائے۔ کبھی اپنے بیٹے کودھمکاتے تھے اورکبھی پھسلاتے تھے اورروروکراُن کوباز آنے کی نصیحت کرتے تھے۔ لیکن بیٹے نے اپنے منجئی کا دامن اس طرح پکڑا تھا کہ اُن باتوں کا اس پر کچھ اثرنہیں ہوتا تھا۔

کس کے قلم میں یہ طاقت ہے کہ باپ بیٹے کے اس منظر کی کیفیت پورے طورسے بیان کرسکے۔ باپ بھی روتا ہے اوربیٹا بھی ۔ باپ اس لئے روتا ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے کھوگیا۔ بیٹا اس لئے روتا ہے کہ میرے باپ کو ایک بھاری صدمہ پہنچا ہے اورجس امید پر وہ آئے ہیں وہ اُمید کبھی پوری نہ ہوگی۔ باپ اس لئے روتا ہے کہ میری امیدوں کا خون ہوگیا بیٹا

اس لئے روتا ہے کہ اب میں اپنے والد کے عواطف اورسرپرستی سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا۔

جب والد صاحب نے دیکھا کہ جزع وفزع سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تواپنے بیٹے سے کہا کہ خیر۔ تم مجھے چند خط لکھ دو۔ جس میں تمہارے مسیحی ہونے کی خبر کی تردید ہوتاکہ میں گھر جاکر لوگوں کودکھادوں تاکہ تمہارے مسیحی ہونے کی وجہ سے ہمارے خاندان کی جوبدنامی ہوتی ہے وہ رفع ہوجائے اورلوگ بھی خاموش ہوجائیں۔ لیکن بیٹے نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ حضور مسیح نے فرمایا ہے کہ" جوشخص لوگوں کے سامنے میرا انکارکریگا میں اپنے آسمانی باپ کے سامنے اس کا انکارکرونگا"۔

والد صاحب اپنے بیٹے کے رنج اورغم سے قریباً ادھ موئے ہوکر واپس سوہاج آگئے اورہم کو وہ تمام واقعات سنائے جوان دونوں میں ہوئے تھے۔ اورہم سے کہا کہ جہاں تک ہوسکے اس خبر کوچھپاؤ۔ اورخودایک مدت تک شرم اورعارکی وجہ سے گوشہ نشین ہوگئے۔

جب آپ کے احباب کوآپ کے مسیحی ہونے کا یقین ہوگیا توانُہوں نے آپ کوبہت سے مراسلات لکھے۔ جن میں سے بعض توصرف استفسار واقعہ کے طورپر تھے اوربعض مسیحیت کی تردید اوراسلام کی تائید کےطورپر تھے۔ منجملہ ایک مراسلہ آپ کے اُستاد جناب علامہ شیخ علی بدرکی طرف سے تھا جس میں مسیحیت کی تردید اورکتب مقدسہ کی تخریب پردلائل لکھی ہوئی تھیں ۔ افسوس ہے کہ اس رسالہ کو شائع نہ کرسکا۔ لیکن میں نے اُس کو چند بار پڑھا ہےاورمیرے بھائی کے پاس اُنکی موت تک محفوظ تھا لیکن اُن کی موت کے بعد ضائع ہوگیا۔ ایک اورمراسلہ آپ کے دوست شیخ حسین مقلد کی طرف سے تھا جویہ ہے کہ:

"جناب! العالم الکبیر والفاضل الخطیر! خدا جانتا ہے کہ آپ کے مسیحی ہونے کی بُری خبرسے ہمارے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اورہم پربجلی جیسی گرگئی۔ عقل ہرگز باورنہیں کرسکتی کہ آپ جیسے فاضل مسیحی ہوگئے ہونگے اورنہ ہمارے کان اس قسم کی خبروں کوسن سکتے ہیں۔ خدا کرے کے یہ تمام باتیں جھوٹی ہوں۔ کیونکہ آپ کا مسیحی

ہونااسلام اور مسلمانوں پرایک شدید ضرب ہے اورپیروں اورمریدوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اورخویش واقارب کے لئے بے حد اذیت کا باعث ہے۔اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں ایسا تسلی بخش جواب دیں جس سے بدگوؤں اوربدخواہوں کے منہ بند ہوجائیں اورہمارے دل ٹھنڈے ہوجائیں اورخدا کے اُس قول کو فراموش نہ کریں جہاں لکھا ہے کہ" اگرعلم رکھتے ہوئے تم نے اُن کی خواہشوں کی پیروی کی تو۔۔۔"۔

اسی طرح علامہ شیخ محمد عبدربہ نے جوسوہاج میں علم شریف کے مہتمم تھے شیخ بکرالمدار کی معرفت آپ کوایک خط لکھاکہ:

"یہ خبر مشہور ہورہی ہے کہ حضرت شیخ محمد بن منصورمسیحیت سے بغل گیر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے مسلمان مردوں اورعورتوں کے دل بے حد رنجیدہ ہورہے ہیں ۔ کاش کہ اس خبر کی تصدیق سے پہلے ہماری ارواح قفسِ عنصری سے پروازکریں"۔

شیخ محمد عبدالمطلب نے جوکہ سوہاج میں سرکاری مدرسہ کے معلم تھے اورشاعری میں عدیم النظیر تھے آپ کونظم میں ایک خط لکھا جودیکھنے کے قابل ہے۔ افسوس ہے کہ اردو دان اصحاب کی عربی سے جوبے ذوقی ہے اس کی وجہ سے ہم اُس کو نقل نہیں کرسکتے ہیں۔

آپ کی مسیحیانہ زندگی

شیخ میخائیل منصورنے پرانی انسانیت کواُس کی تمام خواہشات ومحرکات کے ساتھ اتارپھینکا اورنئی انسانیت کواس کے تمام نئے جذبات کے ساتھ پہن لیا۔ گویاکہ آپ سراپاۓ نئے انسان بن گئے۔آپ نے اپنے پیدائشی نام" محمد بن محمد بن منصور" کوجوبیس سال سے زیادہ آپ کانام تھا چھوڑدیا اوراُس کے عوض میں میخائیل منصورکو کہلاپسند کیا۔

اسی طرح آپ نے اپنے طریقِ عبادت کوتبدیل کردیا اوراپنے تمام دلی میلان کا مرکز حضورِمسیح کوٹھہرایا اوراسی نقطہ کے گرد والہانہ طواف کرتے رہے۔

آپ نے باپ بیٹے اورروح القدس کے نام پر ۱۸۹۴ء کے اواخر میں بپتسمہ لیا اوراگست ۱۸۹۵ء کوایک کاتھولیکی وفد کی معیت میں پوپ لیو سیزدہم کی زیارت کے لئے اپنے اسلامی لباس میں روما روانہ ہوگئے جہاں پوپ نے آپ سے بڑی عزت کے ساتھ ملاقات کی اورآپ کوبرکت دی اور مسیحی ایمان پر قائم رہنے کی دعا کی۔ آپ نے چند بیش قیمت تحفے اور تصویریں دیں۔ پوپ کا آپ سے ملاقات کرنا لوگوں کی نگاہوں میں ایک عجیب بات تھی۔ اس لئے جس ہوٹل میں آپ ٹھہر ہوئے تھے سینکڑوں فوٹوگرافر آکرآپ کی تصویر اُتارتے تھے۔ اسی طرح جب آپ اپنے اسلامی جُبہ ودستار کے ساتھ ہوٹل سے وٹیکن کی طرف روانہ ہوئے توچند باررراستہ ہی میں آپ کی تصویر اُتاری گئی۔

جب آپ روما سے واپس تشریف لائے توچند مہینوں تک اس بات پر غورکرتے رہے کہ ان کی مختلف کلیسیاؤں میں کون سی کلیسیا زیادہ ترحضور مسیح کے قریب ہے۔ چنانچہ ایک مدت کے غوروخوض کے بعدآپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ انجیلی کلیسیا زیادہ مسیح کے قریب ہے کیونکہ یہ کلیسیا صرف حضور مسیح کی ذات پر نجات کومنحصر کرتی ہے۔ لہذا آپ ۲۶ دسمبر ۱۸۹۷ء کوکلیسیائے ازبکیہ کے رئیس ڈاکٹر ہرفی صاحب مرحوم کی وساطت سے کلیسیائے مذکور کے شریک بن گئے ۔ چنانچہ آپ خود فرماتے تھے کہ" جہاں تک مجھ کو حضور مسیح کے خادموں اورانجیل جلیل کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے اس کا لب لباب یہی ہے کہ صرف حضورمسیح دنیا کے نجات دہندہ ہیں اوربس۔

آپ کے مصائب

اگرمیں یہ کہوں کہ آج تک میں نے مسیحیوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ دیکھا جواس قدرصعوبات اورمصائب میں مبتلا ہوکر حضور مسیح کی تعریف کرتاہو اورتکالیف پر شاکر ہوجس طرح میں نے اپنے بھائی میخائیل منصورکودیکھا تواس میں شمہ بھر مبالغہ نہ سمجھنا چاہیے۔ جس دن سے آپ نے مسیحیت کو قبول کیا اسی دن سے آپ ناقابلِ بیان مصائب کے ساتھ سردوچار ہوئے ۔ آپ اپنے والدین ،بھائیوں اوراپنے خاندان کے ہرایک فرد کو اس قدرپیا کرتے

تھے کہ اُن کے پاس سے جدا ہوجانا آپ کو ازحد شاق گذرتا تھا۔ چنانچہ مسیحی ہونے کے بعد جب آپ اپنے متعلقین سے جدا ہوگئے توجدائی کے آثار ہمیشہ آپ کے بشرہ پر مجسم نظر آتے تھے۔ لیکن اپنے منجی کے اس قول کوکہ" جوشخص اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا بہن کومجھ سے زیادہ پیا کرتا ہے وہ میرے لائق نہیں" یاد کرکے اطمینان کے ساتھ سب کچھ برداشت کرنے لگے۔ مجھ کوخوب یادہے کہ ایک بارآپ نے مجھے اورچند دیگر مسیحی احباب کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھاکہ" میں چاہتاہوں کہ جوکچھ گھرمیں ہورہاہو مجھے مفصل لکھاکرو اوراس طورپر لکھا کروکہ گویا میں اپنی آنکھوں سے تمام واقعات دیکھ رہا ہوں حتیٰ کہ چھوٹے بچوں کی گفتگو،کھانے پینے۔سونے جاگنے آنے جانے ، کھیل کود ہنسی مذاق، سب کچھ لکھتے رہو" الخ۔ یہ محبت ان کے دل میں موت تک قائم رہی۔ اپنی موت سے کچھ ہی دن پہلے مجھ کو بلاکر کہا کہ میرے خاندان کے ہرایک شخص کو فرداً فرداً لکھوکہ" میں مسیح پر ایمان لاکراطمینان اورسلامتی کے ساتھ رخصت ہورہا ہوں ۔ کاش کہ تم بھی ایمان لاتے اوربچ جاتے"۔۔۔۔

اسی طرح آپ کو اُن مجاہدات وریاضات کے ترک کرنے میں بھی بے حد تکلیف ملی جو سالہاسال سے آپ کی رگ وریشہ میں پیوست ہوگئی تھیں مثلاً پانچ وقت نمازپڑھنا، تہجد ادا کرنا، راتوں صوفیوں کے طریق پر شب بیداری کرنا۔ روزہ رکھنا وغیرہ جن سے آپ بہت مالوف اورمانوس ہوچکے تھے لیکن کوئی شخص اگرحضور مسیح میں نئی مخلوق بن سکتا ہے تومیرے بھائی سراپا نئے بن گئے تھے۔

اس طرح بپتسمہ لینے سے قبل لوگوں کے طعن وتشنیع،ہجو واستہزا، نفرت وحقارت آمیز سلوک کودیکھ دیکھ کر دل ہی میں گھلے جارہے تھے۔ لیکن بپتسمہ لینے سے دوایک دن قبل ہی یہ تمام باتیں آپ کی نگاہ میں کالعدم ہوگئیں اورعلی الاعلان سب کے سامنے اپنے ایمان کا اقرارکیا اورتمام مصائب کونہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔

ایک دن آپ کے ماموں صاحب جن کی لڑکی سے آپ کا عقدہ ہوچکا تھا کسی کو اطلاع دئے بغیر سوہاج سے قاہرہ گئے تاکہ کسی طرح سے آپ کو قتل کریں اور اپنی لڑکی کو اس بدنامی سے جو آپ کے مسیحی ہونے کی وجہ سے ہورہی تھی بچائیں۔ چنانچہ جب آپ قاہرہ پہنچ گئے اور آپ کا ٹھیک ٹھیک پتہ مل گیا کہ فلاں وقت نکلتے ہیں اور فلاں راستہ سے آتے جاتے ہیں تو ایک رات کو درب الجینہ کے ایک کونے میں جو بطرکخانہ اقباط کا تھولیکیہ کے قریب ہے چھپ گیا۔ جب میخائیل منصور بطرکخانہ سے نکل کر جارہا تھا کہ اچانک ایک چھُرے سے اُن پر حملہ کیا۔ لیکن خوش قسمتی سے چھُرا لگنے سے قبل آپ نے دیکھ لیا اور اپنی چھڑی سے اس کی کلائی میں اس زور سے مارا کہ چھُرا اس کے ہاتھ سے گر گیا اور لپک کر اُن کو اس زور سے پکڑ لیا کہ بہت کوشش کرنے کے بعد بھی اُن کے ہاتھ سے نہ چھوٹ سکا۔ اگر میرے بھائی چاہتے تو اُن کو براہ راست پولیس کے حوالے کرسکتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مسیحیانہ سلوک سے پیش آنے کو بہتر سمجھا اور اپنے ماموں سے محبت کے لہجہ میں کہنے لگے کہ اگر میں چاہوں تو آپ کو پولیس کے ہاتھ میں دے سکتا ہوں لیکن میرے منجئی جن پر میں ایمان لا چکا ہوں اس سلوک سے منع کرتے ہیں ۔ اس لئے آپ مجھ سے عہد کرلیں کہ اسی رات کو آپ یہاں سے سوہاج روانہ ہونگے۔ میرے ماموں صاحب نے میرے بھائی کا شکریہ ادا کیا اور عہد کرلیا کہ وہ اسی وقت واپس سوہاج روانہ ہونگے۔ میرے بھائی اُن کے ساتھ اسٹیشن تک گئے اور راستہ میں اُن کو حضور کا تسلی بخش پیغام سناتے رہے۔

ہم کو اس واقعہ کا مطلق علم نہ تھا جب میرے بھائی کا خط پہنچا تب ہم کو اس کا علم ہوا۔ جس سے ہم سب بہت ہی مضطرب اور پریشان ہوئے ۔ میرے والد صاحب غصہ سے بھر گئے اور قسم کھانے لگے کہ میرے ماموں کو گھر کے اندر گھسنے نہیں دینگے اور تہدیہ آمیز لہجہ میں اُن سے کہا کہ "کیا تم نہیں جانتے ہو کہ وہ میرا لڑکا ہے اور میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اسکے علاوہ ممکن ہے کہ وہ ایک دن پھر مسلمان ہوجائے" ۔ میرے ماموں بھی شرم کے مارے قریباً دو سال تک ہمارے گھر نہیں آئے اور نہ ہمارے خاندان کے کسی

شخص نے اُن سے تعلق رکھا۔ اسی طرح اہل سوہاج نے بھی ان کوکچھ کم لعنت ملامت نہ کی۔

میرے بھائی کے ساتھ صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہوا بلکہ کئی ایک ہوئے۔ اگرمیرے بھائی نڈراوربارُعب نہ ہوتے توکب کے مارے جاتے ۔باقی رہے تہدیہ آمیز خطوط سوان کا سلسلہ ایک طویل زمانے تک جاری رہا۔ باوجود ان تمام امور کے میرے بھائی صاحب کبھی ہراس اورخوف کواپنے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے اورنہ اُن پرکچھ اثرہوتا تھا۔

آپ کا ایمان

حضور مسیح پر آپ کا ایمان نہایت مضبوط تھا اورہمیشہ اس پر فخرکیا کرتے تھے۔ اپنے ایمان کے اظہارمیں آپ کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ جب کبھی آپ کو موقع ملتا تھا توبلا تکلف اپنے ایمان کا اقرارکرتے تھے۔ خواہ قول کے ذریعہ سے یا فعل کے ذریعہ سے یااشارہ سے غرضیکہ جس طرح ممکن ہوسکتا تھاآپ اپنے ایمان کے اظہارسے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اورہمیشہ علانیہ اورخفیہ لوگوں کے سامنے اورتنہائی میں اپنے یہ اشعارپڑھاکرتے تھے۔

"وکشفت لی عن نوروجھک فی الدحیٰ

فشھدت من معناك مالایوصف

وعلمت انی کنت اعمیٰ بائسا

ولاآن ابصر ماتشاء واعراف

ترجمہ: جب میں اندھیرے میں تھا اس وقت توُنے اپنے چہرے کا نورمجھ پر چمکایا۔ اورمیں نے تیری حقیقت کی وہ باتیں دیکھیں جن کا بیان نہیں ہوسکتا۔

میں سمجھ گیا کہ اس سے قبل میں اندھا تھا اورمحتاج۔ لیکن اب میں تیری مرضی کی تمام باتوں کودیکھتا ہوں اورسمجھتا ہوں"۔

جب میں پہلی بارآپ سے ملا توآپ سے کہا کہ آپ نے اسلام کی فلاں فلاں خوبیوں کومسیحیت پرقربان کردیا۔ توآپ نے کہا کہ کیا میں نے مسیحی ہونے کی وجہ سے کچھ قربان کردیا ہے؟ میں نے کہا کہ بے شک۔ آپ نے کہا کہ وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ بہت ہیں مثلاً آپ نے اپنے خاندان

کوقربان کردیا۔ اپنی علمی شہرت کوقربان کردیا۔ اگرآپ مسلمان ہوتے تواس وقت تک آپ ایک بڑے مرتبہ تک پہنچ جاتے اوربڑی تنخواہ مل جاتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ کہہ کر میں خاموش ہوگیا۔ اس پرآپ نے کہا کہ جوکچھ تم کہہ سکتے ہو کہو اورجوکچھ تمہاری نگاہ میں قربانی ہے سن گن ڈالو۔لیکن یہ تمام باتیں اورقربانیاں اُس ایک ساعت کے بالمقابل کچھ قدروقیمت نہیں رکھتی ہیں جو میں حضورمسیح کے ساتھ صرف کرتاہوں۔ میں اس جملہ کوسن کرکانپ گیا۔ اُس وقت میں اس حقیقت سے ناآشنا تھاکہ مسیح میں سب کچھ کھونا نفع کے برابر ہے۔

اسی طرح مجھ کوخوب یادہے کہ آپ کے مسیحی ہونے کے پہلے سال میں ہم نے آپ سے یہ خواہش کی کہ آئندہ جب آپ ہمیں خط لکھیں تومسیحی نام کے عوض میں اپنا مسلمانی نام" محمد منصور" لکھیں آپ نے ایسا کرنے سے مطلق انکارکیا۔تب ہم نے کہا کہ اچھا آپ صرف م۔م لکھیں اورآپ اس سے میخائیل منصور" مراد لیں اورہم "محمدمنصور" مراد لیں۔ آپ نے کہ کہ اس سے میرے منجئی کی بے عزتی ہوتی ہے میں کبھی نہیں چاہتا کہ میرے ایمان کے متعلق کسی کو شک ہو۔

ایک دن آپ میری ملاقات کے لئے اُس مکان میں آئے جوجامع ازہر کے قریب کرایہ پر لیاہوا تھا۔ اورجس میں ہمیشہ طلبائے ازہرکا جمگھٹا رہتا تھا۔ طلباآپ کے گرد بیٹھ گئے اوربہت امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ ان میں سے ایک نے کہاکہ ہم مسیحیوں سے بالکل علیحدہٰ رہتے ہیں جوکچھ گفتگو ہو رہی ہے اس کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ آپ مسیح کو خدا سمجھتے ہیں؟ ابھی اس شخص نے اپنا کلام ختم نہیں کیا تھاکہ آپ کھڑے ہوگئے اورنہایت بے باکی کے ساتھ حضورمسیح کی الوہیت کے اثبات میں لکچر دینے لگے۔ اُس وقت میں ڈرنے لگاکہ آپ کوکسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ ایک باراورآپ خواجہ عطیہ حنا مرحوم کے ساتھ جو مجلہ المرشد کے مدیر تھے میرے پاس اُس وقت آگئے جب کہ میرے پاس بہت سے جامع ازہر کے فارغ التعلیم طلباء بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے جوآپ کو پہلے سے جانتا تھا کہا کہ مسیحیت کے قبول کرنے سے آپ کو افسوس نہیں

ہوتا ہے؟ آپ نے کہا کہ مجھ کو اُن وقتوں پر افسوس آتا ہے جن کو مسیح کے بغیر کاٹ چکا ہوں۔

یہاں پر آپ کی اُس گواہی کا لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کُتُب مقدسہ کا مطالعہ کرنا ہی آپ کے مسیحی ہونے کا باعث تھا جو یہ ہے۔

"جب خدا نے مجھ پر یہ مہربانی کی کہ بائبل مقدس میرے ہاتھ آگئی اور میں نے اس کو اول سے مطالعہ کرنا شروع کیا تو مجھ پر ایسی باتیں کھل گئیں جن سے پہلے میں مطلق ناواقف تھا۔ مثلاً مخلوقات کی پیدائش کی تاریخ اور ترتیب انبیاء کی مفصل تاریخ حالانکہ قرآن میں اجمالی طور پر ان کا بیان ہے۔ اسی طرح بہت سی تاریخی مشکلات حل ہوگئیں جو قرآن کے مطالعہ کے وقت پیدا ہوگئی تھیں مثلاً فرعون کے وزیر ہامان اور فرعون کا حکم دینا کہ ایک برج بنواؤ۔ اور مقدسہ مریم کو بنت عمران کہنا اور ذوالقرنین کا بیان وغیرہ ذالک۔ لیکن یہ تمام باتیں انجیل جلیل کے اس قول کے آگے بے حقیقت ہیں کہ" خدا نے دنیا کو ایسا پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشا تاکہ جو کوئی ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے"۔

اور حضور مسیح کا یہ قول جو روحانی شریعت کا نچوڑ ہے " تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرا ور جو کوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا"۔

اور آپ کا یہ قول جو کمال اخلاق پر دلالت کرتا ہے کہ" تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت ۔لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راست بازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے ۔کیونکہ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے"؟ اسی طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں جن کے

پڑھنے سے میں حضورِ مسیح پرفریفتہ ہوگیا اورسمجھ گیا کہ حضور کے سوائے اورکوئی نجات دہندہ نہیں ہے"۔

آپ کے اخلاق واوصاف

آپ بہت ہی نرم دل تھے۔ بہت ہی درگذرکرنے والے تھے۔ ہمیشہ مصالحت کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ سب کے لئے ان کے دل میں محبت جوش مارتی تھی۔ ہمیشہ خنداں وشاداماں رہا کرتے تھے۔ آپ بہت ہی کم غصہ میں آتے تھے اوروہ بھی چندلمحوں تک۔ آپ کی گفتگو خندہ آور ہوتی تھی اور سننے والوں کے دل میں سرایت کرتی تھی۔اس لئے سب لوگ آپ کو پیارکرتے تھے۔ جب کبھی آپ قہوہ خانہ میں جابیٹھتے تھے توآپ کے چاروں طرف آپ کے احباب کا جمگھٹا رہتا تھا۔ آپ مصر کے جس راستہ سے نکلتے تھے وہاں کے لوگ آپ کوسلام کرتے تھے اورمحبت کااظہارکرتے تھے۔ صرف مسیحی ہی ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ مسلمان بھی آپ بہت ہی ذی وقارتھے اورآپ کے چہرے سے رُعب ترواش کرتا تھا ۔پہلی ملاقات ہی میں لوگ آپ کے احترام پر مجبور ہوجاتے تھے۔ آپ بہت ہی سخی تھے اورفقراء پر پیوستہ نظرِ شفقت رکھا کرتے تھے۔ اگرآپ کومعلوم ہوجاتاکہ فلاں شخص محتاج ہے تواُس کی احتیاج سے زیادہ دیا کرتے تھے۔ باوجود یکہ آپ خود غریب تھے توبھی بیواؤں اوریتیموں کی سالوں تک پرورش کرتے رہے ۔ اوراپنے فقرکی نسبت کہا کرتے تھے کہ میں مسیح میں دولت مند ہوں۔ آپ کسی کی مساعدت سے نہ توذاتی طورپر اورنہ ہی سفارش کے طورپر انکارکرتے تھے۔

آپ کی جرات اوردلیری کا بیان کرچکے ہیں کہ وصول حق سے کوئی چیزآپ کو نہیں روک سکتی تھی اورانہ انجیل جلیل کے سنانے میں کوئی خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اکثرخطرناک مقامات میں آپ اس طرح کھڑے رہتے تھے کہ ایک چٹان کا ٹکڑا معلوم ہوتے تھے۔

ایک رات آپ مجلس ازبکیہ میں تشریف لے گئے جہاں کم وبیش سات سواشخاص کا اجتماع تھا جس میں شہر کے بڑے بڑے عہدیدار اوراشرارالناس شامل تھے جوچلاّ چلاّ کر کہتے تھے کہ آج ہم اس کو قتل کئے بغیرنہ جائینگے۔ مشنری یہ سن کربہت ہی گھبرائے اوراُن سے کہنے لگے کہ پشت کے دروازہ

سے آپ نکل جائیں۔ لیکن آپ نے انکارکیا۔ اورمنبر(پلپٹ) کے پاس آکر کھڑے ہوئے اوراپنا سینہ سامنے کرکے باآوازبلند کہنے لگے کہ" جوشخص مجھ کوقتل کرنا چاہتا ہے وہ سامنے آئے کیونکہ میں اُس سے بڑھ کر نہیں ہوں جس نے میری خاطر اپنی جان دی ہے"۔میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں اُس ہولناک وقت کا پورا بیان لکھوں۔ ان کی اس دلیرانہ حرکت نے تمام شریروں کوخاموش کردیا اوریوں معلوم ہوتا تھاکہ گویا اُن کے منہ میں زبان نہیں ہے اورسب خاموش ہوبیٹھے جب لوگ نکلنے لگے آپ بھی اُن کے ساتھ نکلے اوراُن ہی میں چند اشخاص نے آپ کونہایت سکون اوراطمینان کے ساتھ گھر تک پہنچایا۔

جب کہ جریدہ اللواء نے مسیحیت کی تبلیغ اور مسیحی مبلغین کے برخلاف حکومت کوجبروتشدد کا مشورہ دیا توآپ تنہا اللوا کے دفتر میں گئے اور مصطفیٰ کامل پاشا مرحوم سے ملاقات کی اوراُن سے درخواست کی کہ اللواء کے حملوں کا انسداد کریں جس کے جواب میں مصطفیٰ کامل پاشا نے کہا کہ" اول ہم اپنے قلم سے تمہارا مقابلہ کرینگے۔ اس سے فائدہ نہ ہوا توپھراپنی بندوقوں اورلوہوں سے کرینگے"۔ اس کے جواب میں میرے بھائی نے کہاکہ" اس پربھی آپ ہمیں مسیحیت کی تبلیغ سے خاموش نہ کرسکینگے۔ ہم آپ کی بندوقوں اورلوہوں کا مقابلہ مسیحیانہ محبت سے کرینگے اوریقیناً آپ پر غالب آئینگے"۔ یہ سن کر مصطفیٰ کامل پاشا کا غصہ جاتا رہا۔ اور کہنے لگے کہ" ہم جوکچھ چاہتے ہیں یہ ہے کہ آپ لوگ ہمارے مذہبی عواطف کومجروح نہ کریں" میرے بھائی نے کہا کہ" حضورمسیح بھی ہم سے یہی چاہتے ہیں کہ اگرہم آپ کے مذہبی عواطف کومجروح نہ کریں"۔ میرے بھائی نے کہا کہ" حضورمسیح بھی ہم سے یہی چاہتے ہیں اگرہم آپ کے مذہبی عواطف کومجروح کریں توکس طرح آپ کو حضورمسیح کے پاس لاسکینگے؟ اس گفتگو کے بعد فریقین میں مصالحت ہوئی۔

اسی طرح ایک بارآپ نے شیخ الازہر اورمفتی دیارِ مصر کوایک خط لکھا کہ آپ اپنے عالموں کوگالی گلوچ دینے سے روک دیں۔ ہم تبلیغ سے بازنہیں رہ سکتے ہیں کیونکہ تبلیغ مسیحیت کی مقدس واجبات سے ہے اس خط کے آخر میں

آپ نے میخائیل منصور کے نام سے دستخط کیا تھا۔ غرض کہ آپ کی شجاعت کے واقعات اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ اگرہم ان سب کو لکھ دیں تو ایک ضیغم کتاب بن جائیگی لہذا اسی پر بس کیا جاتا ہے۔

آپ کا کام میں مشغول ہوجانا

جب آپ مسیحی ہوئے تو اول رومن کیتھولک مدارس میں تعلیم دینے پر مامور ہوئے۔ پھر اسیوط کے کالج میں پروفیسری کے عہدہ پر تبدیل ہوئے۔ چند مہینوں کے بعد پھر آپ مصر میں بلائے گئے اور ایک مدُت تک جزویت کے کالج میں معلم رہے اور ساتھ ہی امریکن مشنریوں کو عربی سکھاتے رہے۔ ایک دن آپ ڈاکٹر ہنٹ صاحب کو اشعیا نی کی کتاب پڑھا رہے تھے۔ جب ان آیات پر پہنچ گئے کہ:

اُس وقت میں نے خداوند کی آواز سنی جو بولا کہ میں کس کو بھیجوں اور ہماری طرف سے کون جائیگا؟ تب میں بولا میں حاضر ہوں مجھے بھیج اور اس نے فرمایا کہ جا اور ان لوگوں کو کہہ تم سنا کرو پر سمجھو نہیں۔ تم دیکھا کرو پر بوجھو نہیں" (۶: ۸، ۹)۔ تو فکر میں ڈوب گئے اور پھر ڈاکٹر صاحب سے کہنے لگے کہ" میں محسوس کرتا ہوں کہ خدا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں اپنے بھائی مسلمانوں میں جاکر بشارت دوں اور خدا مجھے بھیجنا چاہتا ہے"۔ اس کے سنتے ہی ڈاکٹر صاحب

کے دل پر بہت اثر ہوا اور فی الفور گھٹنے ٹیک کر دونوں دُعا میں جھک گئے تاکہ خدا سے مشورہ لیں دعا کے بعد اُن کو معلوم ہوا کہ یہ بات خدا کی طرف سے اُن کے دل میں القا کی گئی ۔ اوراسی ہفتہ میں ازبکیہ کے گرجا میں منادی شروع کی ابتداءً توبہت کم لوگ آئے لیکن رفتہ رفتہ سینکڑوں مسلمانوں جن میں بڑے بڑے عالم بھی تھے آنے لگے اورآپ سے مباحثہ کیا کرتے تھے ۔ آپ نہایت مدلل طورپر لیکن کمال محبت کے ساتھ ان کے جواب دیتے جاتے تھے ۔ آپ کی دلائل قرآن واحادیث ودیگر مستند کتب پر مبنی ہوتی تھیں جن کوسن کر مسلمان دنگ رہ جاتے تھے۔

ایک دن ایک عالم نے مجھ سے کہا کہ کیاآپ میخائیل منصور کے بھائی ہیں؟ میں نے کہا کہ جی ہاں تب اُنہوں نے کہا کہ آپ کے بھائی یکتا شخص ہیں۔ زمانہ اس قسم کے اشخاص باربارپیدا نہیں کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیوں؟ آپ نے کہا کہ جب میں نے اول بارآپ کے بھائی کووعظ کرتے سنا تواُنہوں نے اس کثرت سے مطول کتابوں کے حوالے دہرائے کہ میں نے سمجھا کہ یہ سب جھوٹے حوالے ہیں کیونکہ یہ بعید ہے کہ ایک شخص کو اس قدر مختلف اورمطول کتابوں کے حوالے ازبرہوں۔تب دوسری رات کومیں نے یہ ارادہ کیاکہ اُن کے تمام حوالے لکھ لونگا اورمقابلہ کرکے دیکھ لونگا کہ کہاں تک ان میں صداقت ہے چنانچہ دوسری رات کے تمام حوالے میں نے لکھ لئے جوبارہ مطول اورمستند کتابوں کے تھے۔ تب اس کے دوسرے دن میں جامع ازہر کے کتب خانہ میں گیا اوراُن کتابوں کوجن کے اُنہوں نے حوالے دئے تھے نکالا جب حوالوں کا مقابلہ کیا تومعلوم ہواکہ حرف بحرف درست اورتمام حوالے صحیح ہیں ۔ تب میں ان کی علمیت کا قائل ہوا۔میرے دوست شیخ محمد المنوفی صاحب نے جوجامع ازہر کے عالموں میں سے ہیں ایک دن مجھ سے کہا کہ ایک رات کو میں اورشیخ علی آپ کے بھائی کے پاس گئے تاکہ اُن کے ساتھ کچھ گفتگوکریں لیکن ہمیں معلوم ہواکہ وہ بیس عالموں کے مساوی ہیں۔ اس لئے ہم مباحثہ کرنے سے بازرہے۔

آپ کے وہ مباحثے بہت ہی مشہور ہیں جوشیخ زکی الدین رئیس جامع مکارم اخلاق اسلامیہ اورعلامہ خیرت بیگ

راضی المحامی شرعی اور ڈاکٹر محمود صدقی اورشیخ احمد علی الملیجی اورشیخ علی المیجی جیسے یکتائے روزگار عالموں کے ساتھ مسلسل چند مہینوں تک ہوتے رہے۔ اگرچہ میرے بھائی کے جوابات نہایت مدلل اورمسکت ہوتے تھے جن کوسن کر بے تاب ہوجاتے تھے لیکن اُنہوں نے کوئی بات ایسی ظاہر نہیں کی جس کوہم عداوت پر حمل کرسکیں بلکہ روزبروزمیرے بھائی کی محبت اُن کے دلوں میں جاگزیں ہوتی جاتی تھی۔ان کے علاوہ جوشخص بھی ان سے مباحثہ کرتا تھا وہ ان کے دامِ محبت میں گرفتار ہوجاتا تھا اورنہایت عزت واحترام کے ساتھ پیش آتا تھا۔

آپ کے مباحثہ کرنے کا طرزنہایت طرب انگیز ہوتا تھا۔آپ کے الفاظ نہایت شیریں اورجملے نہایت پُر تمکین ہوتے تھے۔ جا بجا منطقیانہ براہین اورفلسفیانہ استدلالات سے اپنی تقریر کوایسے آراستہ کرتے تھے کہ سننے والا بے اختیار مرحبا وجزاك الله پکاراٹھتا تھا۔

اکثر ذیل کے مسائل پر لوگ آپ سے مباحثہ کیا کرتے تھے۔

کتب مقدسہ کی صحت، الوہیت مسیح کے اثبات، تجسم، نجات کفارہ ،کا بھید۔

شروع شروع میں آپ اسلام کے ایسے مسائل پر اعتراضات کرتے تھے جن کو سن کر مسلمان ہیجان میں آکر بے حد غصے ہوجایا کرتے تھے اوربسا اوقات فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوجاتا تھا اورحکومت کوبھی پولیس کے انتظام کرنے میں پریشانی لاحق ہوتی تھی۔ اوراکثر بجائے روحانی فائدہ کے نقصان ہوتا تھا۔ لیکن کافی تجربہ کے بعدآپ نے اپنے طرز کوبدل دیا یعنی بجائے اعتراض کرنے کے مسیحیت کی خوبیوں اورکسی نہ کسی مشکل مسئلہ کولوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اورمدافعانہ طورپر لوگوں کے اعتراضات کے جواب دیا کرتے تھے ۔ چنانچہ آپ نے اس روش کی تبدیلی کے متعلق مجلہ بشائر السلام میں ایك مضمون شائع کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ " میں نے اپنے تجربہ سے یہ بات معلوم کرلی کہ مذہبی مسائل اورشخصیات کو معرضِ گفتگو میں لا نا بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتا ہے۔ ہم کسی شخص کوکماکر مسیح کے پاس نہیں لاسکتے ہیں مگر محبت، الفت اورقربانی کے روز

سے روحوں کے کمانے میں وہی وسائل ازبس مفید ہیں جن کوخود حضورِمسیح نے استعمال فرمایا تھا"۔

یہاں تک توہم نے آپ کے مباحثہ کا بیان کیا۔آپ کے روحانی وعظوں کی یہ کیفیت تھی کہ سینکڑوں گم گشتگال راہ پر آگئے۔ جن کوسن کربیسیوں کے آنسوجاری ہوجاتے تھے۔ سامعین کے دل میں عالمِ ملکوت کا شوق پیدا ہوجاتا تھا۔ لوگ حضورِمسیح کی قربت ڈھونڈھنے لگ جاتے تھے۔آپ کے وعظوں کی دل پذیری کی ایک دلیل یہ ہے کہ لوگ ان کو ازوال تاآخرازبرکیا کرتے تھے۔اورمصر کی اطراف واکناف کے گرجوں میں سنائی دیتے تھے۔ اگرچہ وہ خود مرگئے لیکن ان کے وعظ آج تک منبروں پرسے زندہ سنائی دیتے ہیں۔ ان کے وعظوں کے جاذب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی بنیاد کلمتہ اللہ تھے۔ حالانکہ آپ زبان انگریزی سے ناواقف تھے جس میں ہزاروں وعظ کی کتابیں موجود ہیں۔ اس پربھی آپ کے وعظ میں جواثر اورکشش تھی وہ کسی انگریزی دان کے وعظ میں بہت کم پائی جاتی تھی۔اسی طرح آپ کے دعائیہ الفاظ نہایت دلکش ۔ سادہ مگربے حد تاثر ہوتے تھے۔ آپ اکثریوں دعا کرتے تھے کہ:

"اے خدا توجویہ چاہتاہے کہ تمام انسان ہلاکت سے بچیں اورسب لوگ تیرے حضور میں پہنچیں تواپنا نور مسلمانوں کے دلوں میں چمکا اوراپنے بھید اُن پر ظاہر کر اوراُن کو چشم معرفت میں عطا فرماتاہے کہ وہ تیرے غیرت مند بندے بن جائیں اورتیرے نام کے پیارکرنے والے بن جائیں اورانجیل پر اپنی جان نثارکریں اوراس پرخوش ہوں۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کے نام سے آمین"۔

آپ حضورمسیح میں اس قدرمحومستغفرق رہتے تھے کہ جہاں کہیں آپ ہوں وہاں حضورکے زندہ گواہ کی حیثیت سے رہتے تھے۔ ابتداءً آپ ہفتے میں دودن ایک دن ازبکیہ میں اوردوسرادن قللی میں مسلمانوں میں منادی کرنے کے لئے جایا کرتے تھے اورپھر تیسرا دن ایک تیسری جگہ ضرنفش میں جانے لگے ۔ اس کے علاوہ آپ کسی نہ کسی اخباریارسالہ میں متواتر مضامین لکھا کرتے تھے۔ نیزبیرونی اطراف کی دعوت پرآپ اکثر مختلف کلیسیاؤں میں وعظ کرنے کی غرض سے

تشریف لے جایا کرتے تھے نیز کبھی کبھی کوئی نہ کوئی رسالہ یا کتاب بھی لکھا کرتے تھے۔ نیز مبشرین کے مدرسہ میں اسلامیات کے درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے ان مشاغل سے واضح ہوجاتا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کوحضور مسیح کی خدمت کے لئے وقف کیا تھا۔

ممکن ہے کہ بہت سی باتیں میرے ذہن سے جاتی رہی ہوں۔ لیکن ایک بات میرے ذہن سے کبھی نہ جائیگی وہ یہ کہ جب پہلی بارمیں نے آپ سے انجیل مانگی توآپ کاچہرہ اس قدرچمک گیا اورآپ اس قدرخوش ہوئے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اورمجھ سے کہنے لگے کہ برادرجان! میں چند سالوں سے خدا سے روروکریہ دعا مانگ رہا تھا کہ تم کو انجیل جلیل کے مطالعہ کرنے کی توفیق عنایت کرے تاکہ تم اسکوپڑھ کرنجات حاصل کرو۔

سچ تویہ ہے کہ ابتداءً میں آپ کے مسیحی ہوجانے کواپنے لئے اوراپنے خاندان کے لئے باعثِ صدہزار ہاننگ اورنفرین سمجھتا تھا۔ اکثرمیں عزات گزیں مشائخ کے پاس جاکراستدعا کرتا تھاکہ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کوپھر مسلمانی کی طرف راجع کرے۔ اوربعض وقت یہ فاسد خیال بھی میرے دل میں آتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح آپ کوقتل کرواکر اپنے خاندان کی ذلت کوآپ کے خون سے دھوڈالوں۔ لیکن جب میں نے آپ کو مسیحیت پرایک مضبوط چٹان کی طرح قائم پایا اورمسیح کے نام پر ہرقسم کی تکالیف کوخوشی کے ساتھ برداشت کرتے دیکھا۔ تومجھ کویقین ہوگیاکہ آپ صرف سچائی کی خاطر اس قدرالام اورمصائب برداشت کررہے ہیں اوراگرمسیحی مذہب میں صداقت نہ ہوتی توآپ ایک لمحہ بھی وہاں نہ ٹھیرتے۔ اس لئے میں نے آپ سے انجیل طلب کی تاکہ اس نعمت عظمیٰ سے میں محروم نہ رہوں۔

میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر کرتاہوں کہ میری طرح سینکڑوں میرے بھائی کے نیک نمونہ اورمسیحانہ زندگی کی وجہ سے حضورمسیح کے فداکاروجان نثاربن گئے۔

آپ کی بیماری اورموت

ایک طویل عرصہ سے آپ زلال[1] کے عارضہ میں مبتلا تھے لیکن زیادہ مضبوط اورطاقتورہونے کی وجہ سے نہ توآپ اس کومحسوس کرتے تھے اورنہ بیماری آپ کو مغلوب کرسکتی تھی لہذا آپ اپنی طاقت کے زعم پر اس کے علاج سے غافل رہے اُدھر بیماری آہستہ آہستہ اپنا کام کررہی تھی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہواکہ یکایک مادہ زلالیہ (البیومن) کثرت کے ساتھ خارج ہونے لگا اورساتھ ہی پیشاب کاآنا بالکل بند ہوگیا جس کی وجہ سے آپ کے تمام جسم میں زہر پھیل گیا اوربے حد تگ ودو اورتجربہ کارڈاکٹروں کے علاج ومعالجہ کے باوجود آپ اچھے نہ ہوسکے بمصدق

واذالمیتہ انشبت اظفارھا

الفیت کل تمیمتہ لاتنفع

ترجمہ: یعنی" جب موت کسی کواپنے پنجوں سے پکڑتی ہے توکسی قسم کا تعویذ فائدہ نہیں دیتا"۔

اگرچہ آپ صاحب فراش ہوگئے تھے اورموت کی انتظاری میں لمحے گن رہے تھے لیکن حضورمسیح کی محبت اورشفقت آپ کے دل میں اس قدرجاگزیں ہوئی تھی کہ ایک لمحہ بھی ان کی یاد سے غافل نہ تھے۔ ہروقت انکی پُرمحبت قربانی کا ذکرآپ کی زبان پرجاری تھا۔ کامل دودن تک آپ اس جملہ کودہراتے رہے کہ" تم نے فضل سے نجات پائی" اورہرباراس کے بعد یہ کہا کرتے تھے کہ" میں حضورمسیح کا شکرکرتاہوں کہ اُنہوں نے مجھ کواپنے فضل سے نجات دی"۔

ایک بارمیں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کتب مطہرہ میں سے کس مقام کوپسند کرتے ہیں تاکہ آپ کے لئے پڑھوں توآپ نے کہا کہ اس زبورکوجس میں یہ لکھا ہے کہ" تیری حیات نے مجھے موت کے گڑھے سے بچایا"۔ ایک بارپادری شنودہ حنا صاحب عبادت کے لئے آگئے اورآپ سے کہنے لگے کہ" کیاآپ موت سے ڈرتے ہیں؟" توآپ نے نہایت بشاشت کے ساتھ یہ جواب دیاکہ " میں کس طرح ڈرسکتاہوں جب کہ حضورکا دہنا ہاتھ مجھے تھامے ہوئے ہے" پھر تین بار بلند آواز کے ساتھ اُس جملہ کودہراتے رہے" کہ مجھے کچھ خوف نہیں

---

[1] اس بیماری کوانگریزی میں (البیومی نوریا) کہتے ہیں۔پیشاب کے ساتھ ایک مادہ خارج ہونے لگتا ہے ۔جس کوالبیومن کہتے ہیں اگراس کا بروقت اورفوری علاج نہ کیا جائے توتمام جسم میں زہرپھیل جاتا ہے ۔جس سے موت واقع ہوتی ہے (مترجم)

کیونکہ حضورمجھ سے پہلے قبر میں گئے اور اس کے تمام خطرات کوزائل کیا"آپ کے راضی بہ قضا ہونے اورپُورے طور سے اپنے آپ کوحضورمسیح کے ہاتھ میں دیدینے کی کافی دلیل یہ ہے کہ آپ کی اہلیہ کی ایک قریب رشتہ دارعبادت کے لئے گرجاجانے لگی جب گھر سے نکلنے والی تھی توآپ نے اس سے کہاکہ کہاں جاتی ہے اوروہ بولی کہ گرجا کوعبادت کے لئے۔ آپ نے کہا کہ وہاں کیا کہیگی۔ کہا کہ میں یہ کہونگی کہ" اے خدا خواجہ میخائیل کوشفا بخش دے"۔تب آپ نے کہا کہ یہ مت کہوکیونکہ تمہاری دعا ان کی مرضی کے برخلاف ہے بلکہ یوں کہو کہ" الہٰی تواپنی مرضی کومیخائیل کے متعلق پوری کر" ۔ پھرآپ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ" کیا تم سمجھ گئے"؟

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمہ تن الہٰیات میں مستغرق تھے اورآپ کا دل حضورمسیح سے مملو تھا خدا ہمیں بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت دے۔

المختصرآپ کی جدائی کی گھڑی پہنچ گئی یہ بدھ کی شام کے پانچ بجے کا وقت تھاجوکہ ۲۹مئی ۱۹۱۸ء کے مطابق ہے۔آپ کی موت کی خبربجلی کی طرح تمام شہرمیں پہنچ گئی تعزیہ داروں سے گھر پھٹا جارہا تھا۔ ساری رات آپ کی اہلیہ محترمہ کے ساتھ اس اختلاف پرمباحثہ رہا کہ آپ کوکس قبرستان میں دفن کیا جائے۔ کیونکہ آپ یہ چاہتی تھیں کہ رومن کیتھولک قبرستان میں دفن کئے جائیں۔ چونکہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ اس موقع پر نزاع واقعہ ہواس لئے تمام مشنری صاحبان اورکلیسیائے ازبکیہ کے پاسٹر صاحب اس پر متفق ہوئے کہ وہی کروجواُن کی اہلیہ کی مرضی ہو۔جمعرات کی صبح کوشائقین عظیم الشان جماعت کے ساتھ جن میں ہر فرقہ کے مسیحیوں کے علاوہ سینکڑوں مسلمان بھی شامل تھے آپ کا جنازہ قبرستان کو لے جایا گیا۔ اورآپ کوعالم جوانی میں سپرد خاک کیا گیا اورخدا کی مرضی پوری ہوئی۔

چاروں طرف سے اس کثرت سے تلغراف اورتعزیت نامے وصول ہوئے جن کی تعداد سینکڑوں سے بھی زیادہ تھی۔ اس غم میں خوشی کی بات یہ تھی کہ ان تلغرافوں اورتعزیت

ناموں میں جلیل القدر اور فاضل مسلمانوں کا حصہ کچھ کم نہ تھا۔

کامل منصور

آپ کے متعلق چند مشہور اشخاص کی آراء

(۱)

عالی جناب شیخ مستری صلیب الدویری الہای میں بعنوان

موت العالم موت العالَم

لکھتے ہیں کہ:

"شیخ میخائیل منصور مرگئے جو اپنے وقت کے یکتا عالم، بے مثل، محقق، بے نظیر، مدقق ،اوراعلیٰ درجہ کے مباحث اورولولہ انگیز خطیب (لکچرا) سحر نگار شاعر اورمتحبر کاتب تھے"۔

"شیخ میخائیل منصور مرگئے جنہوں نے کامل بیس سال تک بحیثیت ایک واعظ۔ لیڈر، مباحث اپنی قوم کی خدمت کی"۔

"شیخ میخائیل منصور مرگئے جو منبروں (پلپٹس) کے مالک، عالموں کے ہیرو، مباحثین کے پیشرو اورمتکلمین کے سرادر تھے"۔

"شیخ میخائیل منصور مرگئے جنہوں نے مسیحیت کی خاطر طرح طرح کی تکالیف ومصائب برداشت کیں اوربغیر کسی خوف وخطر کے اپنے ایمان کااظہارکیا۔ اوراپنے والدین کی جدائی ۔ احباب کی دشمنی خویش واقارب کی بدسلوکی اورحاکموں کے جبر اور بدسلوکی کومطلق قابل التفات نہ سمجھا"۔

"شیخ میخائیل منصورقریباً ایک صدی کی چوتھائی تک زندہ رہے اس اثنا میں حق کے اعلان سے ہرگز نہ جھجکے۔ اپنی گفتگو اورمباحثات سے دین انجیل جلیل کا اعلان کرتے رہے۔ اپنی دلائل کے زوراوربراہین کی قوت اوراطلاع کی دسعت، الفاظ کی حلاوت، اورحسن سلوک اوربرادرانہ محبت کی وجہ سے علماء ازہر کے سینکڑوں کواپنا شیدا بنایا تھا"۔

"شیخ میخائیل منصورنے قریباً ایک صدی کی چوتھائی تک اس دارفانی میں زندگی بسرکی لیکن اس طرح کہ وہ اپنے باب میں یکتا تھے۔ اپنی یکتائی میں تمام اوصاف کے مجموعہ تھے۔ ان کی یکتا شخصیت میں بڑی بڑی شخصیتیں نہاں تھیں اوراپنی ذات کے لحاظ سے وہ ایک کامل فریق تھے۔ اُن کے کام کے لحاظ سے کوئی اورشخص ان کی مثل نہیں بن سکتا اورنہ کوئی اورشخص ان کی طرح اپنے کام پر مقدرت رکھ سکتا ہے اورنہ ان کی جرات اورحکمت کے درجہ تک کوئی اورپہنچ سکتا ہے۔ آپ کی سخت گیری میں کامل محبت تھی۔ اپنے مناظر کو نہ صرف مغلوب کرتے تھے بلکہ ان کے دل میں اپنی محبت بیٹھادیتے تھے جس کی وجہ سے وہ آپ کے احترام کرنے پرمجبور ہوجاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کے آگے آپ شیر کی طرح کھڑے ہوجاتے تھے وہ آپ کی دوستی کادم بھرتے تھے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جوبنی نوع انسان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اگرہم کہیں کہ شیخ میخائیل منصور مرے نہیں بلکہ اب تک زندہ ہیں توکچھ تعجب نہیں"۔

(۲)

کینن گارڈنر صاحب مجلہ الشرق والغرب میں لکھتے ہیں کہ:

ہمارا راسلہ مکمل ہوکر مطیع کوجاہی رہا تھا کہ یکایک ہمارے پیارے اُستاد کی موت کی خبر دہشت اثر پہنچ گئی اس لئے صحبت امروزہ میں آپ کے ماتم کا حق ویسا ادا نہیں

کرسکتے ہیں جیساکہ ہم پر فرض ہے لیکن اپنے دلی رنج کے اظہار سے بھی باز نہیں رہ سکتے۔

جب میں اس اکیس سال کے عرصہ میں پہلی دفعہ مصر آگیا تو اس بے مثل عالم کو عربی زبان کے لئے اپنا استاد منتخب کیا۔ میرے اس انتخاب کو دیکھ کر میرے ایک شریک کار نے کہا کہ تم بہت ہی خوش قسمت ہو کر تمہیں ایسا اُستاد مل گیا۔ جب میں اپنے اسباق پر غور کرتا ہوں تو وہ میرے ذہن میں ایسے تازے ہیں کہ گویا کل کے پڑھے ہوئے ہیں۔ میں اپنے استاد کی صراحت نطق اور صحت تلفظ اور حسن قرات پر جب خیال کرتا ہوں تو حیرت میں آجاتا ہوں آپ کو غلط تلفظ اور غلط عبارت پڑھنے سے بے حد نفرت تھی۔ آپ بے حد برداشت کے مالک تھے۔ طریق تعلیم سے پورے واقف تھے۔ اجانب کے پڑھانے میں صحت کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ چونکہ آپ انگریزی نہیں جانتے تھے اس لئے روز اول سے آپ کے شاگرد آپ سے عربی میں گفتگو کرنے کی کوشش کرتے تھے گفتگو ان مسائل پر ہوتی تھی جو انجیل جلیل اور نماز کی کتاب سے برآمد ہوتے تھے کیونکہ یہی دو کتابیں ابتدائی درس کے لئے مقرر تھیں ۔ اسی زمانہ سے مجھ میں اور آپ میں محبت اور صداقت کی بنیاد مضبوط ہوگئی جس کو موت نہیں مٹاسکتی ہے۔

میں آپ کی موت سے چند ہی دن پہلے ایک خاص بات پر مشورہ لینے کی غرض سے آپ کی ملاقات کے لئے گیا تھا اس وقت آپ کے چہرے کو دیکھ کر مجھ کو یقین ہوگیا تھاکہ یہ مرض آپ کو لے ہی چھوڑیگا"۔

ولمه وكمه ليلته عارائت سنا

مصباحه فی الدحی بهیمته طلبا

والوارکم جت استجیٰ محاسنها

والان قداظلمت والنورقدهربا

ترجمہ : کتنی اور کتنی ہی راتوں کے اندھیرے میں آپ کے چہرے کی روشنی میں ،میں اپنے مطلب کو پالیتا تھا۔ لیکن وہ گھر کہ سراپا اجالا تھا اب اندھیرا ہے کیونکہ اس کی روشنی اب جاتی رہی ہے"۔

ہاں استاد تو چل بسے لیکن اپنے پیچھے ایسی خلیج چھوڑگئے جس کا بھرنا ازبس مشکل ہے۔

آپ ایک مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے وہیں جوان ہوئے۔ وہیں تعلیم پائی۔ وہیں قرآن کوحفظ کرنا۔ وہیں وحدیث کے ماہر ہوئے اوروہیں علم فقه کے ماہر ہوئے۔ جب آپ جامع ازہر سے فارغ ہوکرنکلے توآپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی کتاب آگئی ۔آپ اُس کے مطالعه کرنے میں ہمه تن مصروف رہے جس کا اثر یه ہوا که کتاب کے ختم ہونے سے قبل آپ مسیحی ہوگئے اورآپ کویقین ہوگیاکه یه کہنا که مسیحیوں نے انجیل میں تحریف کی ہے ایک بڑی تہمت ہے اوریه که صرف یہی ایک چھوٹی سی کتاب ہے جولوگوں کو" راہ ،حق اورزندگی " کی طرف بلاتی ہے۔

اس ملک میں متنصرین پرجوبلائیں نازل ہوتی ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں اس پربھی مرحوم نے اپنی ضمیر کی آواز پرلبیک کہا اوراس کا مطلق خیال نہیں کیا که لوگ مجھے کیا کہیں گے یا مجھ سے کیا سلوک کرینگے اس کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں که آپ کے دشمنوں نے آپ پر کیسے کیسے اتہامات لگائے لیکن آپ نے ان میں سے ایک کوبھی قابل التفات نه سمجھا بلکه مسیحی ہوگئے اورمسیحی رہے اورایک مسیحی خاتون سے نکاح کیا اوراپنی لڑکی کومسیحیت کی تعلیم دی اوراپنے بھائیوں میں سے ایک بھائی کے مسیحی ہونے کا وسیله بنے اوربلاآخر مسیحیت میں فوت ہوئے اورمسیحیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اورمسیحیوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ سب سے زیادہ قابل ذکر یه بات ہے که اس بے مثل عالم نے آخری وقت میں اپنے ایمان کا اورحضورمسیح پر اعتماد کا جواظہار کیا وہ قابل یادگار اورایمان داروں کے لئے باعث صدہا ہزارہا اطمینان ہے۔

ہم کہاں تک آپ کے اوصاف گنائیں۔ آپ اعلیٰ درجه کے عالم ،اعلیٰ درجه کے متکلم۔ اعلیٰ درجه کے مباحث۔ اعلیٰ درجه کے واعظ اوراعلیٰ درجه کے اہل قلم تھے۔ کاشکه آپ کے تمام مواعظ اورمضامین کی حفاظت کی جاتی توآج ایک بے مثل علمی ذخیرہ ہمارے ہاتھ میں موجود ہوتا۔ لیکن بے حد افسوس ہے که آپ کے اکثر مضامین ضائع ہوچکے ہیں۔

اے میرے محبوب استاد اورپیارے دوست خداآپ کا حافظ۔آپ خوب لڑائی لڑچکے اورکوشش کی انتہا تک پہنچ چکے۔ آپ نے اس فتحمندی کے تاج کوحاصل کیا جوآپ کے

لئے تیار کیا گیا وہ خدا جو اپنے ایمان دار بندوں کو تاج پہناتا ہے آپ کے نقش قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کے بعض مطبوعہ مضامین

مصر حضور مسیح کے لئے

اے خدا ہم تیری تعریف کرتے ہیں کہ تو نے اپنے انوار عالم پر چمکائے اور اپنے اسرار ظاہر کئے۔ بعض کو انبیا بنایا اور بعض کو اصفیا اور بعض پر اپنے معارف ظاہر کئے اور بعض پر اپنی نعمتیں نازل کیں۔ انسان کا تمدنی اور مذہبی اولین فرض یہ ہے کہ تمام انسانوں سے محبت رکھنے خصوصاً اپنے اہل وطن کے ساتھ جس کی زمین پر ہم پرورش پاتے اور جس کے آسمان کے سایہ تلے سکونت رکھتے ہیں۔ مصر ہمارا وہ محبوب وطن ہے جس میں ہم پیدا ہوئے اور جس میں ہم پنہاں ہونگے۔ پس تجھے دعوت الی الحق دینے سے بڑھ کر کوئی بیش قیمت تحفہ نہیں اور صراط المستقیم پر ہدایت کرنے سے بڑھ کر کوئی محبت نہیں کیونکہ صراط المستقیم پر چلنے والوں کے ساتھ بڑے بڑے وعدے ہیں وہ دنیا میں کامیاب رہیں گے اور آخرت میں سرفراز ہونگے۔ اس لئے اے مصر! میں تجھے ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو تیری مضرات

کودورُکردیگی اورمنافع کوتیرے پاس کھینچ لائیگی اورتجھے ایسے سعادت کے درجہ تک پہنچائیگی جس کوزبان بیان نہیں کرسکتی اور نہ قلم اس کا تصور کرسکتاہے۔ کیونکہ وہ بات سراسر وجدانی ہے جس کودل کے سوائے اورکوئی چیز دریافت نہیں کرسکتی ہے۔

وہ بات یہ ہے کہ" حضورمسیح ہی وہ بخرہ ہیں جس کوکوئی چیز تجھ سے نہیں چھین سکتی ہے"۔ کسی فرد یاجماعت میں یہ طاقت نہیں کہ کسی حالت میں ایماندار دل سے ان کوعلیحدہ کرسکے۔ ممکن ہے کہ مال وغنیمت کو چورچراسکے یا قلعوں کوباغی سرکریں یاروح کوگنہگاربرباد کریں لیکن اس بخرہ سعادت بہرہ کوکوئی طاقت علیحدہ نہیں کرسکتی۔ نہ توشدت اس کو مضحمل کرسکتی ہے اورنہ ہی ظلم اُس کو فنا کرسکتاہے اورنہ کوئی خطرہ اس کومٹاسکتاہے اورنہ ہی شمشیراس کوچھپاسکتی ہے۔ نہ توآگ اس کو جلا سکتی ہے اورنہ ہی پانی اس کوغرق کرسکتاہے۔ نہ توشیطان اُس کو چُراسکتاہے اورنہ ہی کوئی اورخلقت اسکوباطل کرسکتی ہے۔ کیونکہ فوق العادت فتحمندی اسی نصیبہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

پس اے مصر! تواُس کے پاس آتاکہ وہ تیرے گناہوں کوبخش دے اورتیری کل بیماریوں کودُورکردے اورہلاکت کے گڑھے سے تجھے بچائے اورتجھ کواپنی رحمت سے آراستہ کرے اورتجھے عمر کی سیری بخش دے تاکہ تونسر کی طرح ازسرنوجوان بن جائے۔

اے مصرتواس کے پاس آ۔

کیونکہ صرف وہی اس کا مستحق ہے کہ خدا اورانسان کے درمیان واسطہ ہو۔ مقدس یوحنا اپنے پہلے خط کے ۲:۱ میں لکھتے ہیں کہ" اگرکوئی گناہ کرے توباپ کے پاس ہمارا ایک شفیع ہے اوروہ سیدنا مسیح ہے جوراستباز ہے اوروہی ہمارے گناہوں کاکفارہ ہے"۔

اے مصرتواس کے پاس آ۔

کیونکہ یہ کفارہ نہایت بیش قیمت ہے کامل ہے اورالٰہی ہے۔ اس لئے عبرانیوں کے خط کا مصنف کہتاہے کہ" پس اے بھائیو!چونکہ ہمیں سیدنا عیسیٰ کے خون کے سبب

اس نئی اورزندہ راہ سے پاک مکان میں داخل ہونے کی دلیری ہے جواس نے پردے یعنی اپنے جسم میں سے ہوکر ہمارے واسطے مخصوص کی ہے۔ اورچونکہ ہمارا ایسا بڑا کاہن ہے جوخدا کے گھر کا مختار ہے توآؤہم سچے دل اورپورے ایمان کے ساتھ اوردل کے الزام کو دُورکرنے کے لئے دلوں پر چھینٹے لے کر اوربدن کوصاف پانی سے دھلوا کر خدا کے پاس چلیں" (۱۰: ۱۹تا ۲۲)۔

اے مصر تواس کے پاس آکیونکہ وہ "خداکا برہ ہے جودنیا کے گناہوں کواٹھاکے لے جاتاہے"۔

اے مصرتواس کے پاس آکیونکہ وہ پاک ترین مکان کا خاص کاہن ہے جس کی شفاعت ٹل نہیں سکتی ہے۔

اے مصرتواس کے پاس آ۔

کیونکہ وہ تیری جہالت کودُورکردیگا جس سے تواندھا ہوچلا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا ازلی کلمہ ہے اورحکمت اورمعرفت کا سرچشمہ ۔اے مصر تو جاہل اورتیرا اُستاد بڑا عالم اورامانت دارہے۔پس تواس کے پاس آتاکہ تجھ کوخدا کی مرضی بتائے اورآسمانی مملکت کی ماہیت ظاہر کرے اورخدا کی روح تجھ کو یہ اعلان سنادے کہ" راہ،حق اورزندگی" یہی ہے۔ اے مصر خدا یہ چاہتاہے کہ تجھ کوظلمت سے نکال کر نورمیں لے آئے جوحضورمسیح ہیں اورجنہوں نے فرمایاہے کہ" میں نے تیرانام لوگوں پرظاہرکیا"۔

اے مصرتواس کا استقبال کرکیونکہ وہ آفتاب صداقت ہے اورشفا اس کے پروں میں ہے اور" دنیاکانورہے جواس کی پیروی کریگا وہ اندھیرے میں نہیں رہیگا"۔ اُنہوں نے صفاتِ الہٰی سے پردہ اٹھایا اورانسان کواس کے بیش قیمت فرائض بتلائے۔انجیل متی کے پانچویں ،چھٹے اورساتویں بابوں کوپڑھ کرتوتجھے معلوم ہوجائیگا کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر تعلیم ممکن نہیں"۔

اے مصرتواس کے پاس آ۔

توتجھ کوشیطان کی غلامی سے آزاد کرسکتاہے اورناگوار خواہشوں سے بچاسکتاہے اورادنیٰ درجہ سے اٹھاکراعلیٰ درجہ تک پہنچاسکتاہے۔

اے مصر توکمزور ہے تواس کے پاس آجاجس کے کندھے پر سلطنت کا عصا ہے اورجس کا نام عجیب، مشیر خدائے قادرہے۔

اے مصر سن لے کہ فرشتہ نے اُن کی ماں سے کیا کہا تھاکہ" اوردیکھ توحاملہ ہوگی اوربیٹا جنیگی۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا اورخدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگااورخدائے برتراس کے باپ داؤد کا تخت اسے دیگا۔ اوروہ یعقوب کے گھرانے پرابدتک بادشاہی کریگا"۔(لوقا ۱: ۳۱، ۳۲)۔ اورجس کے متعلق یہ لکھاہواہے کہ "زمین وآسمان کی حکومت اُس کو دی گئی ہے اورہرچیزاُسکے اختیارمیں دی گئی اوروہی کلیسیا کاسرہے"۔

اس میں کوئی شک نہیں اگر تواس کے پاس آجائے تواپنے مطلب کوپالیگا اوراپنے مقصد کوحاصل کریگا اوردین ودنیا میں فائزالمرام ہوگا۔

میخائیل منصور

لاتبدیل لکلمات اللہ

خدا کی باتیں نہیں بدلتیں

"لغت" میں نسخ کے معنی زائل کرنے اورہٹادینے کے ہیں اوراصطلاح میں ایک حکم کوہٹاکر دوسرا حکم اس کی جگہ پرجاری کرنے کے ہیں۔

ناسخ ومنسوخ کے جاننے کے بغیر نہ توکوئی مجتہد ہوسکتاہے اورنہ اس کا اجتہاد مکمل ہوسکتاہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی نے ایک قاضی سے کہا کہ کیا توناسخ ومنسوخ کوپہچانتاہے؟قاضی نے کہاکہ نہیں تب حضرت علی نے کہاکہ توہلاک ہوگیا اوردوسروں کوبھی ہلاک کردیا۔

تمام مسلمان نسخ کےجواز کے قائل ہیں بجز اہل کتاب۔

علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قرآن کوقرآن کے سوائے اورکوئی چیز منسوخ نہیں کرسکتی ہے۔ بعض کہتےہیں کہ کرسکتی ہے اوراس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں کہ"وما ینطق عن الھویٰ وما اتاکمہ الرسول فخدوہ"۔

نسخ صرف احکام میں واقع ہوتا ہے تاریخ اورامور عقلیه میں نہیں ہوتا ہے۔

قرآن ناسخ ومنسوخ کے لحاظ سے چند قسموں میں منقسم ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس میں کوئی ناسخ ومنسوخ نہیں ہے اوریه ۴۳ سورتیں ہیں الفاتحه، یوسف، یس، الحجرات، الرحمٰن، الحدید، الصف، الجمعه، التحریم، الملك، الانفطار، اوراس کے بعد کی تین سورتیں۔ والفجر قرآن کے آخر تک بجزالتین۔ العصر اورالکافرین کے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں ناسخ ومنسوخ دونوں ہیں اوریه پچیس سورتیں۔ البقر، آل عمران، النساء المائدہ، الحج، النور، الفرقان، الشعراء، الاحزاب، سبا، المومن، شوری، الذاریات، الطور، الواقعه، المجادله، المزمل، المدثر، الشمس ،العصر، ۔

تیسری قسم وہ ہے جس میں صرف ناسخ ہیں اوریه باقی مانده چالیس سورتیں ہیں۔

نسخ کی تین قسمیں ہیں اول یه که اس کا پڑھنا اورحکم دونوں منسوخ ہوں مثلاً حضرت عائشه فرماتی ہیں که شروع میں قرآن میں دس[1] رضعات معلومات کی آیت نازل ہوئی تھی پھرپانچ رضعات معلومات کی آیت نازل ہوکر پہلی آیت کومنسوخ کردیا۔ دوئم یه که اس کا حکم منسوخ ہواور پڑھنا منسوخ نه ہومثلاً یه آیت کتب علیکمه اذاحضراحد کمه الموت ان ترك خیر الوصیته للوالدین" منسوخ اس آیت کے ساتھ که" یوصیکم الله فی اولاد کمه الخ" اورنیزاس حدیث کے ساتھ که "لا وصیته لوارث" یعنی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے۔ اسی طرح "لایحل لك النساء من بعد" منسوخ ہے اس آیت کے ساتھ که" یا ایها النبی انا اهلنا لك ازواجك" اوریه آیت که" قم اللیل الا قلیلا" منسوخ ہے اس آیت کے ساتھ که" فاقراؤ ماتیسرامنه" اوریه آیت که" فاینما تولوافتمه وجه الله منسوخ ہے اس آیت سے که" فول وجهك شطر المسجد الحرام"۔ سوئم یه که جس کا پڑھنا منسوخ ہوا اورحکم بحال

---

[1] پوری حدیث یه ہے که وعن عائشته قالت کان فیما انزل من القران عشر رضعات معلومات یحرمن ثم ینسخن نجمس معلومات فتونی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهوفیما یقرء من الصرا روہ مسلم (مشکوات باب المحرمات)۔ ترجمه: حضرت عائشه فرماتی ہیں که شروع میں قرآن میں یه آیت اُتری تھی که دس باردودھ پینا که یقیناً معلوم ہونکاح کوحرام کردیتا ہے پھریه منسوخ ہوا پانچ باردودھ پینے کے ساتھ جوآج تک قرآن میں پڑھی جاتی ہے اوراس کے بعد آنحضرت صلعم وفات پاگئے" اس حدیث کومسلم نے روایت کیا ہے۔(مترجم)

ہو"مثلاً یہ آیت کہ" الشیخ والشیختہ اذازنیافار رجمو ھما البتتہ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم"۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سورہ احزاب، سورہ بقرہ کے مساوی تھی لیکن جب حضرت عثمان نے قرآن میں تغیر کیا تواب بجز موجودہ آیتوں کے اورکوئی آیت نہیں ملتی۔ ابوواقد لیثی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پروحی اُترتی تھی توہم آپ کے پاس آتے تھے اورجو وحی ہوتی اُسکو سیکھ جاتے۔ ایک دن میں آنحضرت کے پاس آیا توآپ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" انا انزلنا المال لاقامتہ الصلاتہ وایتا الزکا ولو لا ابن آدم واد یا من ذھب لاحب ان یکون لہ الثانی ولوکان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیھما الثالث ولا یملا جوف ابن آدم الاالتراب ویتوب اللہ علیٰ من تاب"۔

ترجمہ: میں نے دولت اس لئے دی کہ لوگ نمازپڑھیں اورزکوات دیں اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہوتی ہے تووہ دوسری کی خواہش کرتا ہے اگراُس کودوسری بھی دی جاتی توتیسری کی خواہش کرتا انسان کا پیٹ بھرت نہیں مگر قبر کی مٹی سے جوتوبہ کرتے ہیں خدا ان پر رجوع برحمت کرتا ہے"۔

مکہ میں منسوخ آیتیں کثرت سے نازل ہوئیں"۔ مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۶۲ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ اس آیت سے منسوخ ہوئی کہ" ومن یبتغ غیرالاسلام دینا" الخ اوریہ آیت کہ" لااکراہ فی الدین الخ" اس آیت سے منسوخ ہوئی کہ "قاتلو الذین لایومنون باللہ ولا بالیومہ مرہ لاآخر" اوریہ آیت کہ" کتب علیکمہ القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر"الخ اس آیت سے منسوخ ہوئی کہ" ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً الخ" اوراس حدیث سے کہ" وقتل الحربالعبد اسراف" یعنی" غلام کے بدلے میں آزاد کا قتل کرنا اسراف ہے"۔ اوریہ آیت کہ" یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما الخ" منسوخ ہے اس آیت سے کہ" یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر ولا نصاب الخ" ناسخ ومنسوخ میں احادیث صحیحہ اورتاریخ معتبرہوتی ہے نہ کہ عقل اورراۓ۔

عبارت مافوق سے ذیل کی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ:

(۱۔) مسلمانوں کے نزدیک احکام شرعی خدا کی ذات اورصفات پر مبنی نہیں ہوتے ہیں بلکہ خواہشات اورماحول کے اختلافات پر مبنی ہوتے ہیں۔لیکن ہم مسیحیوں کے نزدیک احکام شرعیہ خدا کی ذات اورصفات پر مبنی ہوتے ہیں جیسے ہمارے منجئی فرماتے ہیں کہ" تم بھی کامل ہوجس طرح تمہاراآسمانی باپ کامل ہے۔

(۲۔) مسلمانوں کے نزدیک کسی فساد کی اصلاح کی غرض سے یاتکمیل کی غرض سے نسخ جاری نہیں ہوتا جس کوہم اپنی اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں جیسے منجئی فرماتے ہیں کہ " میں اس لئے نہیں آیاکہ توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کروں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیاہوں"۔ اس کی زیادہ توضحیح آیات ذیل سے ہوتی ہے کہ:

خون کے بارے میں تم سن چکے ہوکہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کر۔ اورجوکوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتاہوں کہ جوکوئی اپنے بھائی پرغصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اورجوکوئی اپنے بھائی کوپاگل کہیگا وہ صدرعدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اورجواُس کواحمق کہیگا وہ آگ کے جہنم کا سزاوارہوگا۔پس اگر توقربانگاہ پر اپنی نذر گذارنتا ہو اوروہاں تجھے یادآئے کہ میرے بھائی کومجھ سے کچھ شکایت ہے۔ تووہیں قربانگاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑدے اورجاکر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر۔ تب آکر اپنی نذرگذران، جب تک تواپنے مدعی کے ساتھ راہ میں ہے اُس سے جلد صلح کرلے۔ کہیں ایسا نہ ہوکہ مُدعی تجھے منصف کے حوالے کردے اورمنصف تجھے سپاہی کے حوالے کردے اورتوقید خانے میں ڈالا جائے۔ میں تجھ سے سچ کہتاہوں کہ جب تک توکوڑی کوڑی ادا نہ کریگا۔وہاں سے ہرگزنہ چھوٹیگا۔

زنا کے بارے میں ،تم سن چکے ہوکہ کہا گیا تھاکہ زنا نہ کرلیکن میں تم سے یہ کہتاہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زناکرچکا۔ پس اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے۔ تواسے نکال کراپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اورتیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے اوراگرتیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے

توا ُسے کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ رہ جائے۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ جوکوئی اپنی بیوی کو چھوڑدے اُسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے کہتاہوں کہ جوکوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اورسبب سے چھوڑدے وہ اُس سے زنا کراتا ہے۔ اورجوکوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زناہ کرتا ہے۔

قسم کھانے کے بارے میں، پھرتم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھا۔ بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کر۔لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا۔ نہ توآسمان کی کیونکہ وہ خداکا تخت ہے۔ نہ زمین کی کیونکہ وہ اُس کے پاؤں کے نیچے کی چوکی ہے۔ نہ یروشلیم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے۔ نہ اپنے سر کی قسم کھانا کیونکہ توایک بال کوسفید یاکالا نہیں کرسکتا۔ بلکہ تمہارا کلام ہاں ہا ں یا نہیں نہیں ہو۔ کیونکہ جواس سے زیادہ ہے وہ بدی سے ہے۔

انتقام لینے کے بارے میں تم سن چکے ہو کہ کہا گیاتھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اوردانت کے بدلے دانت،لیکن میں تم سے یہ کہتاہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔بلکہ جوکوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اوراگرکوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کرتا لینا چاہے توچوغہ بھی اُسے لے لینے دے۔اورجوکوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُس کے ساتھ دوکوس چلا جا۔ جوکوئی تجھ سے مانگے اُسے دے۔ اورجوتجھ سے قرض چاہے۔ اُس سے منہ نہ موڑ۔

عداوت کے بارے میں تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اوراپنے دشمنوں سے عداوت ۔لیکن میں تم سے یہ کہتاہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اوراپنے ستانے والے کے لئے دعا مانگو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جوآسمان پر ہے بیٹے ٹھیرو۔کیونکہ وہ اپنے سورج کوبدوں اورنیکوں دونوں پرچمکاتا ہے۔ اورراستبازوں اورناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ کیونکہ اگرتم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو توتمہارے لئے کیا اجر ہے؟ کیا محصول

لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اوراگرتم فقط اپنے بھائیوں ہی کوسلام کروتوکیازیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے؟ پس چاہیے کہ تم کامل ہوجیسا تمہاراآسمانی باپ کامل ہے۔(متی ۵: ۲۱سے آخرتک)۔

(۳۔) مسلمانوں کے نزدیک نسخ ایک ہی وقت میں اورایک ہی نبی کی زبانی واقع ہوتاہے جواُن کے اس قول کے منافی ہےکہ" انسانوں کی بہتری کے لئے نسخ واقع ہوتاہے" کیونکہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی ہے کہ ایک ہی دن یا دونوں میں انسانوں کی مصلحتیں بدل جائیں۔ بالفرض اگرمسیحی نسخ کے قائل بھی ہوجائیں تووہ ہرگزیہ نہیں کہیں گے کہ موسیٰ نے موسیٰ کویا مسیح نے مسیح کومنسوخ کردیا۔

(۴۔)بیان مافوق سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ مسلمانوں کے نزدیک کس غرض کے لئے نسخ واقع نہیں ہوتاہے کیونکہ اگرکسی غرض یا مقصد کے لئے واقع ہوتاتواس کی مطلق ضرورت نہ ہوتی کہ بعض کی تلاوت منسوخ ہواورحکم منسوخ نہ ہو اوربعض کا حکم منسوخ ہو اورتلاوت منسوخ نہ ہو۔

کاش کہ مسلمان کتب مقدسہ کی طرف رجوع کریں اوران ہی کوحرزجان بنائیں کیونکہ یہ خدا کی وہ کتابیں ہیں جن میں ردوبدل کی مطلق گنجائش نہیں اورنہ ہی فساد ڈالنے والا ان میں فساد ڈالنے والا ان میں فساد ڈالا سکتاہے۔ مقدس پولوس نے کیا ہی خوب لکھاہے کہ" ہرایک صحیفہ جوخدا کے کلام سے ہے تعلیم اورالزام اوراصلاح اورراستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے تاکہ مردخدا کامل بنے اورہرایک نیک کام کے لئے بالکل تیارہوجائے(۲تیمتھیس ۳: ۱۶، ۱۷)پس میں خدا سے دعا کرتاہوں کہ وہ مسلمانوں کی ذہنیت کوبدل دے اوران کو صراط المستقیم پرچلنے کی توفیق عنایت کرے تاکہ وہ اس نورکودیکھ لیں جوکتب مقدسہ میں چمک رہاہے اورنجات حاصل کریں۔

میخائیل منصور

توحید وتثلیث

ہم تمام مسیحیوں کا اس پر ایمان ہے کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہمارے اس ایمان کی بنیاد نہ صرف عقل پر ہے بلکہ بائبل مقدس پر ہے جس میں خداکی وحدانیت پرسینکڑوں آیتیں ہیں اگرہم ان سب کو یہاں نقل کریں تواس مختصر کتاب میں انکی گنجائش نہ ہوگی لہذا نمونہ کے طورپر ہم ذیل کی آیتوں پرہی اکتفا کرتے ہیں۔

"خداوند اسرائیل کا بادشاہ اوراُس کا نجات دینے والا رب الافواج یوں فرماتاہے کہ میں اول اورآخر ہوں اورمیرے سوائے کوئی خدانہیں"(یسعیاہ ۴۴: ۶)۔

کیونکہ خداوند جس نے آسمان پیدا کئے وہی خدا ہے اُس نے زمین بنائی اورتیارکی اس نے اسے قائم کیا۔اس نے اسے عبث پیدا نہیں کیابلکہ اسے آبادی کے لئے آراستہ کیا وہ یوں فرماتاہے کہ میں خداوند ہوں اور میرے سواکوئی نہیں"(یسعیاہ ۴۵: ۱۸)۔

حضور مسیح نے بھی نہایت کثرت کے ساتھ یہی گواہی دی ہے چنانچہ ایک یہودی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "۔ سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہے (مرقس ۱۲: ۲۹)۔

پھرآپ فرماتے ہیں کہ" ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدائے واحد اوربرحق اوریسوع مسیح کوجسے تونے بھیجا ہے جانیں (یوحنا ۱۷: ۳)۔

حضور مسیح کے تمام حواریوں نے اسی وحدانیت کواپنا مطمع نظررکھا اوراُسی کی منادی کی چنانچہ مقدس پولوس فرماتے ہیں کہ" لیکن ہمارے نزدیک توایک ہی[1] خدا ہے یعنی باپ"(۱کرنتھیوں ۸: ۶)۔

اس واحدانیت کی مراد یہ ہے کہ خدا اپنی ذات اوراپنی صفات اوراپنے افعال میں واحد ہے وحدت فی الذات کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی ذات اجزائی سے مرکب نہیں ہے۔ نہ توکسی مسیحی نے آج تک کہا ہے اورنہ کہتا ہے اورنہ کہیگا کہ خدا تین میں کا ایک ہے اورمسیح تین میں کا دوسرا ہے

[1] اس کی اوپر والی آیت میں فرماتے ہیں کہ" اورسوائے ایک کے اورکوئی خدانہیں"(مترجم)

اورروح القدس تین میں سے تیسرا ہے کیونکہ یہ صریح شرک ہے۔ اسی طرح نہ توہم خدا کے شبیہ کے قائل ہیں اورنہ اس کے نظیر کے اورنہ اُس کی مثل کہ ہمارا ایمان ہے کہ خدا بے مثل ہے اورسمیع وبصیر ہے۔

وحدت فی الصفات کے یہ معنی ہیں کہ جوصفات خدا میں پائی جاتی ہیں ۔ وہ حقیقی معنوں میں کسی اورمیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہم انبیائی کوبھی قادر بالذات اورعالم بالذات اورغالب بالذات نہیں مانتے ہیں۔

وحدت فی الافعال کے یہ معنی ہیں کہ بجز خدا کے ممکن نہیں کہ کوئی اورمخلوقات کوخلق یا ایجاد کرسکے یا ان پر کسی قسم کی اثر اندازی کرسکے۔ کیونکہ حقیقی موثر خدا کی ذات ہی ہے۔

اب صرف اس اُمر کی تشریح باقی رہ گئی جس کوہم ثالوث کہتے ہیں۔ سویادرکھنا چاہیے کہ کوئی مسیحی اس کا قائل نہیں کہ تین خدا ہیں۔ بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ خدا ایک ہے تین اقانیم کے ساتھ۔

افسوس ہے کہ مسلمان ہمارے مطلب کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تعددذوات کے قائل نہیں حالانکہ ہم ہرگزیہ نہیں کہتے ہیں کہ خدا کی تین ذاتیں ہیں بلکہ ہم ایک ذات کے قائل ہیں۔

اوراگرمسلمانوں کا یہ خوف ہے کہ تثلیث سے تعددصفات لازم آتا ہے سویہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ ہم ہرگز اس کےقائل نہیں کہ مثلاً خدا کا ایک تقدس ہے مسیح کا دوسرا تقدس ہے اورروح القدس کا تیسراتقدس ہے بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ جوتقدس خدا کا ہے وہی مسیح اورروح القدس پرشامل ہے۔

اوراگرمسلمانوں کویہ خوف ہے کہ اس سے تعداد افعال لازم آتاہے توہمارا یہ ایمان ہے کہ خداہی جس کوچاہتا ہے عزت دیتاہے اورخدا ہی جس کوچاہتا ہے ذلیل کرتاہے اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اوروہی ہرشے پرقادر ہے۔

اب مسلمانوں کے پاس کوئی عذر نہیں رہا۔بجز معتزلیوں کے عذر کے جوخدا کی کل صفات سے محض اس لئے

انکارکرتے ہیں اس سے تعدوقدمائی لازم آتا ہے اور کہتے ہیں کہ خدا قادرہے لیکن اپنی ذات کے لحاظ سے۔ خدا عالم ہے لیکن اپنی ذات کے لحاظ سے۔ خدا مرید ہے لیکن اپنی ذات کے لحاظ سے یعنی خدا میں کوئی صفت نہیں بلکہ محض ذات ہی ذات ہے۔

دلائل مافوق سے قطع نظرکرکے میں مسلمان بھائیوں کوایک مخلصانہ نصحیت کرتاہوں کہ وہ صرف اس لحاظ سے تثلیث پرایمان لائیں کہ تثلیث پرایمان لانے کا حکم خدا نے دیا ہے کیونکہ جس امر پر خدا حکم دیتا ہے وہ محال ہے کہ عقل کابرخلاف ہو۔ کیونکہ خدا کے قول اورفعل میں کبھی مخالفت نہیں ہوتی ہے۔

مثلاً اگرکوئی شخص مسلمانوں سے یہ سوال کرے کہ" الرحٰمن علی العرش استویٰ" کی حقیقت سمجھا دوتووہ کون مسلمان ہے کہ عقل کے رو سے اس کی تشریح یا تفصیل سمجھا سکے۔ بلاآخر وہ یہی کہیگا کہ چونکہ یہ خدا کا قول ہے اسلئے بلادلائل عقلی میں اس پر ایمان رکھتاہوں۔ پس تثلیث کوبھی اس پر قیاس کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ذات کونہ توہم حواس سے دریافت کرسکتے ہیں اورنہ ہماری عقل وہاں تک پہنچ سکتی ہے اس لئے سب سے بہتر اورافضل طریقہ یہی ہے کہ جوکچھ وہ خود اپنی ذات کے متعلق ہمیں بتلاتا ہے بلاچون وچرا اُس پر ایمان لے آئیں۔

(م۔م)

سوال اوراُس کا جواب

جب ہمارا مضمون مافوق شائع ہوگیا تو فاضل محترم شیخ نے ہم سے سوال کیا جس کوجواب کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

اے فاضل محترم !آپ کا یہ فرمانا کہ ہم تین خداؤں کے قائل ہیں۔ ہم پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اگرآپ میرے مضمون کوغور سے مطالعہ فرماتے توآپ پر واضح ہوجاتاکہ ہماری کتب مقدسہ یک زبان ہوکر خدا کی وحدانیت پر شہادت دے رہی ہیں کہ خدا اپنی ذات اوراپنی صفات اوراپنے افعال میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔ کتب مقدسہ میں خدا کی وحدانیت پر اس کثرت سے آیتیں ہیں کہ شاید ہی کوئی باب ایسا ہو جس میں خدا کی وحدانیت کی تعلیم نہ ہو۔ پس کس طرح یہ ممکن ہو سکتاہے کہ مسیحی دیدہ ودانستہ اپنی کتب مقدسہ کی تعلیم سے منحرف ہوں۔ آگرمسیحی تین خداؤں کی پرستش کرتے جیسا کہ آپ نے فرمایاہے تومسیحی مشرکوں اوربت پرستوں کے ہاتھوں اس قدرظلم نہ اٹھاتے جس کے بیان سے قلم کانپتا ہے اوربدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مسیحیوں کا کثرت کے ساتھ بت پرستوں کے ہاتھوں شہید ہونا۔ آگ میں جلایا جانا۔ زندہ شیروں کے سامنے پھینکا جانا صرف اورصرف توحید پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے تھا۔ اگرمسیحی مشرک ہوتے توکیوں اس قدرتکالیف برداشت کرتے۔

ہمارے نزدیک تثلیث عبارت ہے تین اقانیم سے جس کوآپ یوں سمجھ لیجئے جس طرح کہا جاتاہے کہ قدرت سے قدرت ظاہر ہوتی ہے اورارادہ سے ارادہ صادر ہوتا ہے۔لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ قدرت سے ارادہ ظاہر ہوتا ہے اور ارادہ سے قدرت صادرہوتی ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مسیحی اقانیم کوصفات کیوں نہیں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہےکہ ہم صفات کوعین ذات مانتے ہیں ذائد علی الذات نہیں مانتے ہیں اس لئے اقانیم کوعین ذات تو کہتے ہیں لیکن ذائد علی الذات نہیں۔

نیز ہم کویہ مانتے ہیں کہ تینوں اقانیم قدیم ہیں ایک دوسرے سے نہ پہلا ہے نہ پچھلا اورنہ ایک دوسرے کا معلول ہے اورنہ علت۔

اے فاضل محترم! اگرچہ مسئلہ تثلیث بظاہر بہت ہی دقیق اورمشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگرآپ ٹھنڈے دل سے ان پر تھوڑی دیرتک غورفرمائیں تودیگر مسائل کی بہ نسبت بہت ہی سہل اورآسان معلوم ہوگا والسلام

(م۔م)

مسیحی مسلمانوں کے قرضدارہیں

اتنی بات کوسب جانتے ہیں کہ مسیحیت کی تبلیغ تمام مسیحیوں پر فرض ہے۔ یہ اس ذات ستودہ صفات کی امانت ہے جس نے ہماری خاطر طرح طرح کی تکالیف اورمصائب سہہ کر اپنی جان دی۔ تمام رسولوں نے اس بھید کوسمجھ لیا اوراپنے منجی کا پیغام لے کر ساری دنیا میں پھیل گئے ان کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس فرض سے سبکدوش ہوجائیں مقدس پولوس فرماتے ہیں کہ" میں یونانیوں اورغیریونانیوں داناؤں اورنادانوں کاقرض دار ہوں"(رومیوں ۱: ۱۴)۔ کاشکہ مسیحی اس بات کوسمجھ لیں کہ مسیحیوں پر یہاں تک تبلیغ فرض ہے کہ کسی شخص کویہ عذرباقی نہ رہے کہ مجھ کوتبلیغ نہیں کی گئی۔ افسوس ہے اُس شخص پر کہ کسی کو جاہل پائے اوراس کو علم نہ سکھائے۔حیران پائے اوراس کو تسلی نہ دے بے راہ پائے اوراس کو راستہ نہ بتائے۔

چونکہ مسلمان بھی اسی طرح تبلیغ کے محتاج ہیں جس طرح کوئی اورتمہارا فرض ہے کہ ہم ان میں تبلیغ کریں

اورنجات میں اپنے شریک ۔ اس تبلیغ سے صرف یہی فائدہ نہ ہوگا کہ بہت سی روحیں ہلاکت سے بچینگی بلکہ یہ بھی کہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے۔ حضور مسیح کے مقاصد پورے ہونگے حضور کو بے حدخوشی حاصل ہوگی۔ اورہمیں بھی اس بات سے کہ ہم اپنے منجی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں بے حد خوشی حاصل ہوگی۔ اورعملاً اپنے آپ کوحضور کے رسول ثابت کرینگے (یوحنا ۷:۱۸)۔

مسلمانوں کے ساتھ تبلیغی گفتگو میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(۱۔) محبت: آپ پر فرض ہے کہ نہ صرف زبان سے بلکہ افعال سے اپنے مخاطب کواس کا یقین دلائیں کہ آپ ان کے دوست ہیں۔ ان کے خیرخواہ ہیں اور ان کو بیحد پیارکرتےہیں اورجوکچھ آپ ان کے سامنے پیش کررہے ہیں محبت ہی اس کا باعث ہے اورآپ ان کوروحانی ہلاکت سے بچا رہے ہیں۔کبھی آپ کے دل میں یہ خیال نہ گذرے کہ آپ اُن سے اس لئے مباحثہ کررہے ہیں کہ دلائل ہیں ان پر غالب آجائیں یا اُن شکست دیں۔ ایک عرب اپنے بیٹے کوکیا ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔

ابنی ان النصر شئی هین
وجه طلیق وکلام لین

ترجمہ: پیارے بیٹے! فتح مندی بہت ہی آسان ہے۔ اگرخندہ پیشانی اورشیریں زبانی ہو۔

میں نے خود بعض جلوس میں اسکا تجربہ کرکے دیکھا ہے۔ جب کبھی میں نے یہ چاہا کہ اپنے حریف پر علمی دلائل اورمنطقی براہین کے زور سے غالب آجاؤں تواس کے بعد میں اپنے دل میں ایک قسم کی کمزوری محسوس کرتا اورمجھ کومعلوم ہوجاتاکہ اگرمیں اپنے حریف پرہزارہا غالب آجاؤں تووہ مجھ سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکیگا۔

اوراگرخدا ہمیں یہ توفیق دے کہ اپنے حریف کے ذہن نشین کرسکیں کہ جوکچھ ہم کررہے ہیں صرف اس کی روحانی بہتری کے لئے کررہے ہیں تو یقیناً ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے۔

(۲۔) جب آپ کسی مسلمان کوانجیل کی تعلیم دیں توصاف صاف اور نہایت وضاحت کے ساتھ تعلیم دیں کیونکہ مسلمان علی العموم انجیل سے ناواقف ہوتے ہیں۔ نیز گفتگو کاآغاز ابتدائی مسائل سے ہونا چاہیے۔ جب ابتدائی مسائل کوسمجھ جائینگے تب انتہائی مسائل خود بخود ان کی سمجھ میں آتے جائینگے۔

خود میری یہی حالت تھی جب میں مسلمان تھا تومیں یہی سمجھتا تھاکہ انجیل مفقود ہے جوکچھ موجود ہے وشایان التفات نہیں ہے۔ لیکن کتب مقدسہ میرے ہاتھ لگیں اور انکا بغور مطالعہ کیا تب مجھ پر حقیقت کھل گئی اوراس کتاب کی عظمت اورعزت میرے دل پر جم گئی۔ صرف میرے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوا بلکہ ہرایک شخص کے ساتھ جس کادل اغراض دنیاوی اورلوث تعصب سے پاک ہو یہی ہوتا ہے۔ میں ایک فارسی عالم شخص کو جانتاہوں جوقاہرہ میں مقیم ہے ایک دن مجھ سے کہا میں نے تمام بڑے بڑے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن مسیح کا کلام پڑھ کر کوئی کلام مجھ جلالی معلوم نہ ہوا۔

(۳۔) جب آپ کسی مسلمان کے ساتھ حضورمسیح کے متعلق گفتگوکریں تومسیح کی تصویران کی تعالیم اوران کے معجزات اورزندگی کی وساطت سے اس طرح کھینچ دیں کہ آپ کا مخاطب پورے طورسے اس کا قائل ہوجائے کہ درحقیقت تمام دنیا اس قسم کی تعالیم اورمعجزات اورزندگی کی محتاج ہے۔ جب آپ اس طریقہ سے کسی مسلمان کے سامنے مسیح کی تصویر کھینچ دیں تویقیناً وہ اس کوتسلیم کریگا کہ درحقیقت دنیا کوایسے شخص کی ضرورت ہے ۔

(۴۔) جس بات کی آپ تعلیم دیں اس کی صداقت کے ضامن ہوکر تعلیم دیں۔ نہ تواظہار صداقت میں کسی سے ذکرکریں اورنہ کسی قسم کا شک کریں۔ قدیم زمانہ کے رسولوں اورایماندارمسیحیوں کی یہی کیفیت تھی یہاں تک کہ اپنے خون سے اُنہوں نے کلیسیا کی دیواریں اٹھائیں۔ قس ابن سعدہ جونجران کا بشپ اورفصحائی عرب کاباعث فخر تھا جب عکاذ کا بازارلگتا تھا توسحر بیان بشپ وہاں جاکر ہزاروں بت پرستوں کے آگے مسیحیت پراس طرح لکچر دیا کرتا تھا کہ گویا مجسم صداقت اورمجسم شجاعت ہے انہی سننے والوں

میں آنحضرت بھی تھے۔ چنانچہ جب نجران کا وفد آنحضرت کے پاس آیا تو آنحضرت نے اُسے پوچھا کہ تم میں سے کون قس ابن سعدہ کو جانتا ہے انہوں نے کہا کہ ہم سب جانتے ہیں ۔ تب آنحضرت نے کہا کہ میں کبھی ان کو بھول نہیں سکتا خصوصاً جب کہ وہ سوق عکاذ میں ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے اورلکچر دے رہے تھے۔

مسیحی بھائیو آپ پرفرض ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغ کریں کیونکہ آپ اپنے مسلمان بھائیوں کے قرضدار ہیں کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ زندہ ایمان وہی ہے جس کی زندگی کا چشمہ پھوٹ نکلے اور پیاسوں کوسیراب کرے۔ کیا یہ آ پ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نجات کی برکات سے فائدہ اٹھائیں اورآ کے بھائی محروم رہیں۔

میخائیل منصور

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

مسیح کواُس کے روز پیدائش سے اس کے خارجی اورداخلی دشمنوں کے ہاتھوں جس قدرتکلیف پہنچی ہے اور جس شدومد کے ساتھ اس کی مزاحمت کی گئی ہے اگراس کا عشرعشیر بھی کسی اورمذہب کے ساتھ کیا جاتا تویقیناً وہ مذہب آج صفحہ روزگارسے ناپید ہوتا۔ لیکن مسیحیت کی یہ حالت ہے کہ خدا کے فضل سے وہ ایک چٹان کی طرح مضبوطی کے ساتھ کھڑی ہے اورروزبروزترقی کرتی جاتی ہے اوراس سے ٹکرمارنے والے کی کھوپڑی خود پاش پاش ہوجاتی ہے۔

کنا طح صحزتہ یوما لیوھنہا

فلمہ یضرھاواوھی قوفہ الوعل

ترجمہ: اُس پہاڑی بکرے کی طرح جو چٹان پراسلئے ٹکر مارتا ہے کہ اس کو چکنا چورکردے لیکن خود اُس کے سینگ کے پرخچے اڑجاتے ہیں۔

زمانہ جہالت میں اگر اس قسم کے حماقت آمیز اقدامات بروئے کار آتے توچنداں تعجب نہ ہوتا۔ تعجب تویہ ہے کہ اس علم اور روشنی کے زمانہ میں بھی اُس کو بُز کوہی کے مثل کثرت سے مل جاتے ہیں ۔ ایک صاحب نے جن کا نام ڈاکٹر صدیقی ہے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام" دینِ اللہ" ہے۔ اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ" مسیح کا مرکر زندہ ہوجانا ایک مجنونانہ عقیدہ ہے بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے" ڈاکٹر صاحب سے تویہ توقع رکھنا ہے کہ وہ انجیل جلیل کوغور سے مطالعہ کرینگے عبث ہے کاشکہ وہ قرآن شریف ہی کو غور سے مطالعہ فرمائیں تو ان کو معلوم ہوجائے گا کہ اس مجنونانہ عقیدہ" میں قرآن شریف بھی ہمارے برابر کا حصہ دار ہے۔ ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں"۔

(۱۔)واذقال اللہ یا عیسی انی متوفیك ورافعك الی ومطهرك من الذين كفروا"۔

(۲۔) والسلام علی یومه ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"۔

(۳۔) فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علیٰ کل شئی قدیر"۔

ڈاکٹر صاحب آیات بالا میں فوت[1] کے مجازی معنی یعنی" نیند" اور"اٹھانے" کے لیتے ہیں جوسراسر غلط ہے۔ کیونکہ مجازی معنی اُس وقت لئے جاسکتے ہیں جبکہ حقیقی معنی کسی صورت میں درست نہ بیٹھتے ہوں اورنیزایک قرینہ موجود ہو۔ آیات بالا کے حقیقی معنی لینے میں نہ توکوئی قباحت لازم آتی ہے اورنہ کوئی قرینہ موجود ہے۔ لہذا ہمارے معنی صحیح ہیں"۔

کہ" اے عیسیٰ میں تجھ کوموت دینے والا ہوں اور پھراپنی طرف اٹھانے والا ہوں"۔

اوراگر فوت کے معنی یہاں پر رفع کے لئے جائیں توایک اورقباحت لازم آتی ہے جس سے آیت بالکل مہمل ہوجاتی ہے یعنی آیت کے معنی یہ ہونگے کہ" اے عیسی میں تجھ کواپنی طرف اٹھانے والا ہوں" جوایک فضول تکرار ہے۔

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت نے اگرکوئی اچھا کام کیا تویہی کیا اس لئے "متوفیك" کے معنی موت کے لئے ہیں اورمسلمانوں کوچیلنج کیا ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں فوت کا فاعل خدا آیا ہے وہاں بجز موت کے اورکوئی معنی نہیں ہوسکتے (مترجم)۔

پس جومعنی مسیحی لیتے ہیں وہی صحیح ہیں کہ خدا نے حضور مسیح کوصلیب پر موت دی اورپھرزندہ کرکے آسمان پر اٹھالیا ۔ نیز وہ مسلمان علمائی جوعہد رسالت کے قریب ترتھے اورعربی زبان کے اسلوب سے خوب واقف تھے ۔جیسے ابن عباس، محمد بن اسحاق ، وہب وغیرہم نے بھی آیات مافوق میں لفظ توفی کے یہی معنی کئے ہیں جوہم کرتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی مستند تفاسیر میں ان کے اقوال موجود ہیں۔

اگرتعصب کی پٹی آنکھوں سے اُتارکردیکھا جائے تومعلوم ہوجائیگا کہ حضورمسیح کے حوارئیں نے جوحضورکے زندہ ہوجانے کی گواہی دی ہے وہ کسی کی سنی نہیں کہتے ہیں بلکہ آنکھ دیکھتی ہیں اورتحقیق کرکے کہتے ہیں چنانچہ مقدس توما کوجب خبردی گئی کہ حضورمردوں میں سے جی اٹھے ہیں تو توما نے کہاکہ" جب تک میں اس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اورمیخوں کے سوراخوں میں اپنی انگلی نہ ڈال دوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ ڈالوں ہرگزیقین نہ کرونگا" (یوحنا ۲۰: ۲۵)۔

تب خداوند توما پرظاہرہوکرفرماتے ہیں کہ"اپنی انگلی پاس لاکر میرے ہاتھوں کودیکھ اوراپنا ہاتھ پاس لاکر میری پسلی میں ڈال اوربے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ"۔ توما نے جواب میں کہا" اے میرے خداوند اے میرے خدا"(یوحنا ۲۰: ۲۶۔ تا ۲۸)۔

اسی طرح ایک بار اپنے ان دو شاگردوں پراپنے آپ کوظاہرکیا جوعمواس کی طرف جارہے تھے اورآخری بارپانسو شاگردوں پرظاہر ہوئے اوران سب کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر اٹھائے گئے مزید تفصیل کے لئے حوالات ذیل ملاحظہ ہوں۔

لوقا ۲۴۔ یوحنا ۲۰، ۲۱۔ مرقس ۱۶۔ متی ۲۸۔ اعمال ۱، ۲، ۳، ۴، ۲۶ اورکرنتھیوں کے پہلے خط کا ۱۵باب۔خدا ڈاکٹر صاحب کوتوفیق عنایت کرے کہ وہ انجیل جلیل اورقرآن شریف کے مطالب کوسمجھ سکیں۔

(م۔م) مسلمانوں کا مبشر۔ درمصر

سوالات اورجوابات

حضرت فاضل مدیر مجلہ بشائر السلام۔

بعد ازسلام واحترام ۔ اگرآپ ذیل کے دوسوالوں کے جواب عنایت فرمائیں تومیں آپ کا بے حد متشکر ہونگا۔

(۱۔) کیا مسیحیت کے اصول کی کوئی صحیح کتاب ہے جس طرح اورادیان کی سماوی اورصحیح کتب ہوتی ہیں۔

(۲۔) کیا کفارہ مسیحیت کی بنیادی اصل ہے؟ اگرجواب اثبات میں ہے توزبورکی اس آیت کی کیا تاویل ہے کہ" ان میں سے کسی کا مقدورنہیں کہ اپنے بھائی کوچھڑائے یا اس کا کفارہ خدا کودے"(زبور۴۹: ۷)۔

سائل احمد طالب علم

درجہ سال چہارم لذقم اعلی

ازہرشریف

بشائر السلام ۔آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسیحیت کی بنیادی اوراساسی دستورالعمل وہ الہٰی کتابیں ہیں جن کے مجموعہ کوہم بائبل مقدس کہتے ہیں جوہرقسم کے اغلاط واباطل سے پاک وصاف ہے۔

بائبل مقدس کی صحت اورالہامی ہونے کے سینکڑوں دلائل ہیں جن میں سے ایک اس کی سینکڑوں پیشینگوئیوں کا پورا ہونا ہے ۔مثلاً یہودی قوم کوایسے وقت میں ان کی بربادی اورپراگندگی کی خبردینا جبکہ وہ ترقی کے انتہائی منازل طے کررہی تھی۔ بابل، اشور، اورنینوا جیسی عظیم الشان سلطنتوں کے سقوط اورناپید ہونے کی۔ عین اس وقت میں پیشینگوئی کرنا جبکہ یہ سلطنتیں عظمت اورجبروت کی بلند چوٹیوں کے انتہائی اوج پر پہنچ چکی تھیں۔ اوران پیشین گوئیوں کالفظ بہ لفظ پورا ہوجانا بے شک بائبل مقدس کی من جانب اللہ ہونے کی ایسی بین دلیل ہے جس سے کوئی شخص بشرطیکہ وہ منصف مزاج ہوانکارنہیں کرسکتاہے۔ یہ تو داخلی دلیل ہوئی۔ خارجی دلیل اکتشافات آثارقدیمہ ہیں جن سے بائبل مقدس کے بیانات کی پوری تائید اورتصدیق ہوتی ہے۔

بائبل مقدس کی صحت کی تیسری دلیل اس کی حفاظت ہے۔ باوجود اس کے کہ بائبل مقدس دنیا کے کتب

خانے میں سب سے قدیم ترکتاب ہے جس پرہزاروں برس گذرچکے ہیں لیکن آج وہ ایسی ہی محفوظ ہے جس طرح روزاول میں تھی۔

آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ بے شک کفارہ مسیحیت کی بنیادی اصل ہے اورسب سے بڑا رکن جس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگرکفارہ سے انکارکیا جائے توخدا کی صفت عدل اوررحم سے انکار کیا جائے توخدا کی صفت عدل اور رحم سے انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ کفارہ کے بغیر یہ دونوں صفتیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔

باقی رہی نقل دلیل سوکتب مقدسہ اس سے بھری ہوئی ہیں۔ حتی کہ حضرت داؤد۔ حضرت یشعیاہ۔ حضرت، حضرت دانیال علیہم السلام نے نہ صرف مسیح کے کفارہ کا ذکر کیا ہے بلکہ ان کے صلیبی واقعات کوبقید تاریخ اورمقام اوروقت نہایت وضاحت اورتفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔ حضور کا کفارہ رسولوں کی تبلیغ کی بنیاد تھا اورآج تک تمام مسیحی کلیسیائیں اس پر ایمان رکھتی ہیں اوراس کی صحت کے بالتواتر قائل ہیں۔

زبور کی جس آیت سے آپ نے کفارہ کی نفی پراستد لال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت زیربحث میں مجرد انسان کاذکرہے اوریہ صحیح ہے کہ مجرد انسان کسی کاکفارہ نہیں دے سکتا ہے۔لیکن حضورمسیح مجرد انسان نہیں ہیں بلکہ وہ کامل انسان اورکامل خدا ہیں اس لئے وہ اس آیت کےتحت میں نہیں آسکتے ہیں۔ لہذا وہ کامل کفارہ ہیں۔

خدا آپ کوتوفیق دے کہ آپ حضور کے کفارہ کی حقیقت اوراہمیت کوسمجھ جائیں اوراس پر ایمان لائیں۔

پھریہی صاحب اوردوسوال کرتے ہیں جوحسب ذیل ہیں:

(۱۔) مسیح کے" ایلی ایلی" کہنے سے دوباتیں لازم آتی ہیں(۱۔) یا تووہ اس خدا کو خطاب کرتے ہیں جومسیح سے غیر ہے(۲۔) یا اپنے آپ کو بحثیت خدا خطاب کرتے ہیں۔ صورت اول سے تعدداله لازم آتاہے اورصورت دوم سے تحصیل حاصل اول وحدانیت کے اوردوم شان خداوندی کے برخلاف ہے۔

جواب۔ آپ کو یادرکھنا چاہیے کہ حضور مسیح کی الوہیت کی بنیاد صرف ایک آیت پر نہیں بلکہ تمام کتب مقدسہ پر مبنی ہے۔ پس آپ کا ایک آیت کو لے کر دوسری آیتوں سے چشم پوشی کرنا بعینہ ایسا ہے کہ کوئی شخص فویل للمصلین" کولے اور" الذین ھمه عن صلاتھمه ساھون" کوچھوڑدے حالانکہ ایک آیت کودوسری آیتوں پر حمل کرنا محققین کا فرض ہے۔ اس اصول کی بنائی پراگرآپ اس قسم کی آیتوں پر کہ" میں اول ہوں اورمیں آخر ہوں ابتدا ہوں اورمیں انتہا ہوں" غورکرتے تویہ عقیدہ خود بخود حل ہوجاتا ہے"۔

اگرحضور مسیح نے" ایلی ایلی " کہا تو اس میں کوئی دقت نہیں کیونکہ تمام گنہگارانسانوں کے قائم مقام ہوکرآپ نے یہ فرمایا۔یا بعبارت دیگرگنہگارافسانوں پر گناہ کی اہمیت ظاہر فرمائی کہ اگرکوئی انسان گناہ میں مریگا تویقیناً خدا اس سے منہ پھیریگا۔یہ طرزکلام صرف انجیلی جلیل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ قرآن بھی اس سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً خداکایہ کہنا کہ"لعلکمه تشکرون" اور" لعلکم تتقون" خدا کی شان کا برخلاف ہے کیونکہ" لعل" کلمہ ترجی ہے اورانسانوں کا کام ہے۔ پس اس کی تاویل بجزاس کے اورکچھ نہیں ہوسکتی ہے کہ خدا انسانوں کا قائم مقام ہوکریہ کہہ رہا ہے۔

(۲۔) آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ" آیا اقانیم ثلاثہ کا مفہوم اورمسمیٰ ایک ہے"؟

جواب۔ بے شک ان کا مدلول وہ ازلی اورابدی خدا ہے جوعلیم اورخبیر ہے۔ اگرآپ ان میں فرق یا امتیازکے طالب ہیں توان میں وہی فرق اورامتیاز ہے جوخدائے قدیر اورخدائے علیم اورخدائے حی میں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حیاتِ قدرت کی ماتحت ہے اورقدرت حیات کے پس ان میں جوفرق ہے وہ ہماری بہ نسبت ہے نہ کہ خدا کی بہ نسبت۔

مسلمانوں کی خدمت میں گذارش

اے نور کے سرچشمہ اورروشنی کے منبع!ہماری آنکھوں کوروشن کر اور اپنی روح سے ہماری مددکرتاکہ ہم سمجھ لیں کہ درحقیقت توہی ہادی الی الحق ہے۔ اورمسلمانوں کویہ توفیق عطا فرما کہ وہ اس ناچیز کی عرضداشت پرٹھنڈے دل سے غورکریں۔

ہم میں مسلمانوں میں اس امرمیں کوئی اختلاف نہیں کہ خدا نے انبیائی کے ذریعہ سے اپنی وحی نازل فرمائی اوراپنی شریعت کے امانت داروں کے ذریعے اپنی آسمانی کتاب بھیجی جس کے ذریعہ سے ہم اس کی ذات،صفات ،افعال ، اورمرضی کومعلوم کرسکتے ہیں۔ ہم میں اورمسلمانوں میں اگراختلاف ہے تواسی کتاب کے متعلق ہے۔ یعنی وہ ہماری کتاب کومحرف کہتے ہیں۔یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کوعقل سلیم ہرگزتسلیم نہیں کرسکتی ہے۔ مسیحیوں کے پاس ان کی الہامی کتاب کی صحت پرہزاروں ایسی دلائل ہیں جن میں سے ایک کی بھی تردید نہیں ہوسکتی ہے۔نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم اپنی دلائل یہاں گنائیں کیونکہ ہم مدعی علیھم ہیں اورمسلمان مدعی ہیں۔ چونکہ بارِثبوت مدعی کا ذمہ ہوتا ہے لہذا ہم مسلمانوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ کتب مقدسہ کی تحریف پر ایسا حتمی اوریقینی ثبوت پیش کریں جس کوتسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہو۔ مسلمانوں کایہ کہنا کہ قرآن میں یہ آیاکہ" ویحرفون الکلمہ عن مواضعہ" کافی نہیں کیونکہ یہ دلیل نہیں بلکہ مصادرت ہے یعنی دعویٰ کودلیل کی صورت میں پیش کرنا ہے جوناجائز ہے۔بلکہ ہم ایسا ثبوت چاہتے ہیں جونہایت بین ہو۔یعنی اگرآپ کوئی مستند تاریخی ثبوت پیش نہیں کرسکتے ہیں توکم ازکم اس بائبل کوپیش کریں جواصلی ہو اورہماری موجودہ بائبل مقدس کے برخلاف ہو لیکن آپ یہ نہیں کرسکیں گے اورہرگزنہیں کرسکیں گے ۔ کاش کہ آپ قرآن شریف ہی کوتعصب سے خالی ہوکر پڑھتے جس میں بیسیویں آیتیں ایسی موجود ہیں جوتحریف کے دعویٰ کی تردید کرتی ہیں۔مثلاً حضور مسیح کے متعلق یہ کہنا کہ" وبعلمہ الکتاب والحکمتہ والتوارہ وانجیل" الخ۔ الحکمتہ ثابت کرتا ہے کہ حضورمسیح کے زمانے تک الکتاب(بائبل) اپنی اصلی حالت میں موجود ۔ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ

آنحضرت کے زمانے میں یہ کتابیں موجود تھیں اورانہی کتابوں پر آنحضرت نے بارہا متنازعہ فیہ مسائل کا فیصلہ فرمایا۔ قرآن کا یہ کہنا کہ" ولیحکمہ اہل انجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لمہ یحکمہ بماانزل اللہ فیہ فاولك ھمہ الفاسقون" آنحضرت کے زمانہ میں انجیل جلیل کے وجود اورصحت کی تصدیق کرتا ہے۔

اے میرے دوستو! کہاں قرآن کی شہادت سے بڑھکر شہادت ہوسکتی ہے کیا آپ قرآن شریف کی اس شہادت کوقبول نہ کریں گے؟خدا آپ کو اورہم کوصراط المستقیم پرچلنے کی توفیق عنائت فرمائے آمین۔

الاستبصاردرتردید منار

جریدتہ المنار میں ایك مقالہ بعنوان" مسیحیت اوراسلام میں تشدد" شائع ہوا ہے جس کے تحت میں آپ لکھتے ہیں کہ" مسلمانوں میں مذہبی عقائد کے اختلاف کی وجہ سے کبھی تشدد نہیں ہوا اورسلف الصالحین میں جواپنے اسلاف کے نقش قدم پرچلتے تھے اس کی مثال مل سکتی ہے۔اہل سنت والجماعت اوراہل اعتزال میں جوشدید اختلافات ہیں وہ سب پرظاہر ہیں با ایں ہمہ تاریخ میں کوئی نظیرنہیں ملتی ہے کہ ان میں تشدد ویاکشت وخون ہوا ہو"۔

ہم تویہ کہہ نہیں سکتے کہ المنار کے جیسے فاضل مدیر اسلام کی تاریخ سے واقف نہیں لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ آپ نے دیدہ ودانستہ حق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے قبل اس کے ہم اس حقیقت پر سے پردہ اٹھائیں یہ بتلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ تشدد کےمتعلق مسیحیت کی کیا تعلیم ہے۔ انجیل جلیل کے مطالعہ کرنے سے بالوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت میں اوردیگر مذاہب میں اگرکوئی بین فرق ہے تویہی کہ خون بہانا تودرکناررہا کسی پرغصہ ہونا بھی

مسیحیت میں جائز نہیں ہے۔ حضور مسیح کے عین پیدائش کے وقت فرشتوں نے دنیا کو خوشخبری سنائی وہ یہ ہے کہ " عالم بالا پرخدا کی تمجید ہو۔ زمین پرصلح اوربنی آدم سے رضامندی"۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیحیت کی بنیاد صلح اوررضامندی پر ہے۔ خود حضور نے ارشاد فرمایاکہ" اگرکوئی میری پیروی کرنا چاہتا ہے تواپنی صلیب اٹھاکر میرے پیچھے چلے" یعنی دنیا میں مظلوم ہوکررہے نہ کہ ظالم ہوکر دوسروں پرجبریا تشدد کرے۔

بے شک مسیحیوں کے اس طبقہ میں جوانجیل جلیل کی تعالیم سے محض ناواقف تھا خال خال ایسے واقعات ہوئے ہیں جواگر نہ ہوتے تو عین مسیحیت تھا۔ لیکن ایک منصف مزاج شخص جب اس قسم کے واقعات کوانجیل جلیل کی تعالیم سے مقابلہ کرتا ہے تواُس کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے افعال میں اورانجیل جلیل کے احکام میں دور کی نسبت بھی نہیں ہے برخلاف ان کے جب ہم اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تواس کا صفحہ صفحہ مذہبی تشدد اورمقاتلہ کے خون سے رنگا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے طبقہ اولیٰ کے کشُت وخون کے متعلق ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ باب ولایتہ العہد میں لکھتا ہے کہ:

"سوم یہ کہ صحابہ اورتابعین میں لڑائیاں کیوں ہوئیں اوران کا اثر مذہب پرکیاپڑا جاننا چاہیے کہ صحابہ وتابعین میں جوکچھ اختلاف ہوا وہ مذہبی واجتہادی اختلاف تھا اورہر مجتہد اپنے اجتہاد پرمعقول دلیل رکھتا تھا اورجب متجہدین میں اختلاف ہوجائے اورساتھ ہی ہم اس بات کے قائل ہوں کہ دومتغائر اجتہاد میں حق ایک ہی ہوگا اورجس مجتہد کی رائے برحق نہیں وہی مخطی ہے۔ لیکن جب تک حق کسی ایک جانب متعین نہ ہوگا تودونوں مجتہدوں کی نسبت احتمال اصابت باقی رہیگا اوربالیقین ان دونوں میں سے کسی ایک کوخاطی نہیں کہا جائیگا۔ اوراگرہم یہ مانیں کہ دونوں اجتہاد حق اوردونوں مجتہد مصیب ہیں تو اس صورت میں بطریق اولیٰ دونوں مجتہدوں کوگناہ وخطا سے بری سمجھنا چاہیے۔ غرضیکہ جواختلاف صحابہ وتابعین میں ہوا اس کے بارہ میں انتہائً یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ظنی مسائل مذہبی میں اجتہادی اختلاف تھا اوریہی مسلم ہے۔ اس قسم کے اختلاف

جواسلام میں واقع ہوئے ہیں وہ حضرت علی اورمعاویہ وزبیر وعائشہ وطلحہ کے واقعات ہیں۔ یاوہ واقعات کہ حضرت امام حسین کویزید کے ساتھ اورابن زبیر کوعبدالملک کے ساتھ پیش آئے"۔

کیا ان مذہبی لڑائیوں کے بعد جن میں ہزاروں بچے یتیم ہوگئے اور ہزاروں عورتیں بیوہ ہوگئیں صرف صفین کی لڑائی میں تیس ہزارجانیں ضائع ہوگئیں اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں تشدد کا نام نہیں۔

اسی فصل کے آخر میں ابن خلدون کیا مزے کی بات کہتے ہیں کہ:

"اسلئے ہرگزکسی صحابی یا تابعی کے حق میں بدگمانی اوربدزبانی نہ کرنا چاہیے اورجوکچھ اُن سے وقتاً فوقتاً ہوا اس میں کسی طرح کا شک کرنا واجب نہیں۔ ۔۔۔اورساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا اختلاف بعد میں آنے والی نسل کے لئے رحمت ہے"۔سبحان اللہ کیا ہی خوب رحمت ہے"۔

واقعات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مذہب کے لئے لڑنا اورتشدد کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب اورخدا کی رحمت ہے۔

امام مالک موطا میں لکھتے ہیں کہ ابی سہل نے کہاکہ ایک دن میں خلیفہ عمروابن عبدالعزیز کے ساتھ جارہا تھا توآپ نے کہا کہ قدریہ فرقہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ان سے توبہ کروائیں اوراگرتوبہ نہ کریں توان کو قتل کردیں۔ خلیفہ نے کہا کہ میری بھی یہی رائے ہے تاکہ ان کی بدعت اورفساد ختم ہوجائے۔

دیکھئے !کہ صرف مذہبی امورمیں بدعت کی غرض سے لوگوں کا خُون مباح سمجھا جاتا ہے اوراس کے قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا ہے۔

پھرآگے چل کر المنار کے فاضل مدیر صاحب لکھتے ہیں کہ" مسلمانوں کے عہد خلافت میں عیسائی بڑے بڑے درجوں میں ممتازتھے اوراُن میں سے نہایت عزت کا سلوک کیا جاتا تھا" اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیحیوں کوبڑے بڑے مناصب ملے اوران کے ساتھ لطف اوراحسان کے ساتھ

مسلمان پیش آتے تھے۔لیکن اس سے یہ استدلال کرناکہ یہ تمام سلوک مذہبی رواداری کی وجہ سے تھے سراسرغلط ہے۔ کیونکہ قرآن میں صاف حکم ہے کہ" اے مسلمانوں ! جو مسلمان نہ ہوں ان کو اپنا ازدان نہ بناؤ وہ تمہاری تکلیف میں کوئی کسر نہ اٹھارکھیں گے تمہاری تکلیف سے ان کوخوشی ہوتی ہے ان کی باتوں سے دشمنی ظاہر ہوگی اورجودشمنی ان کے دلوں میں چھپی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نے تم سے پتے کی باتیں کہہ دیں اگرتم سمجھ سکو"(۳:۱۶)۔

پس مسلمانوں نے جوکچھ کیا اپنے مذہب کے موافق نہیں بلکہ اس کے برخلاف کیا۔

سالم سے جوحضرت عمر کا آزاد کردہ غلام تھا روایت ہے کہ حضرت عمر نے شام کے مسیحیوں کے متعلق ایک فرمان بھیجا جس کا مفاد یہ تھاکہ مسیحی گھوڑوں پرسوار نہ ہوں اوراگر ہوں توبے زین گھوڑوں پراوراُن کے لباس مسلمانوں کے لباس سے مختلف ہوں تاکہ پہچانے جائیں۔

روایت ہے کہ ایک دن خلیفہ عمروابن عبدالعزیز کے پاس بنی تعلقب آگئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین ہم عرب ہیں ہمارے فرائض ہمیں بتلائے جائیں۔آپ نے کہا کہ کیا تم عیسائی ہو؟ جی ہاں عیسائی ہیں خلیفہ نے حکم دیاکہ ایک حجام بلالاؤ حجام جب آیا توحکم دیا کہ ان کی پیشانی کے بال کاٹ دو اوران کے کپڑوں سے ایک ایک ٹکڑا اکٹواکر حکم دیاکہ اس سے کمر باندھو اورحکم دیا کہ زین پرکبھی سوارمت ہو۔

ایک بار حضرت عمر ابوموسیٰ اشعری کوجوبصرہ کا گورنر تھا حساب دینے کے لئے طلب کیا۔ جب وہ آئے تواُن کے ساتھ ایک عیسائی تھا جواُن کا اکونٹنٹ تھا حضرت عمر عمر نے اس کودیکھ کر کہا کہ اے ابوموسیٰ تونے ایک ایسے شخص کومسلمانوں پر حاکم مقررکیا ہے کیا تونے نہیں سنا ہے کہ خدا قرآن میں فرماتاہے کہ" اے مسلمانوں تم یہودیوں اورعیسائیوں کو اپنے دوست مت بناؤ" الخ تم نے کسی مسلمان کوکیوں اس عہدہ پر مقررنہیں کیا۔ تب ابوموسیٰ نے کہا کہ اے امیر المومنین اس کی کتابت میرے لئے ہے اوراس کا دین اس کے لئے ہے۔

عمران بن اسد کہتا ہے کہ خلیفہ عمروابن عبدالعزیز کا فرمان محمد بن منشر کے پاس پہنچ گیا جس میں یہ لکھتا تھا کہ ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارے حاکموں میں سے ایک شخص ہے جس کا نام حسان بن برزی ہے جومسلمان نہیں خدا فرماتاہے کہ" اے مسلمانو!تم اہل کتاب کے ساتھ جوتمہارے مذہب کوٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں دوستی مت کرواورنہ کافروں کے ساتھ الخ جس وقت تمہارے پاس میرا یہ حکم پہنچے اسی وقت حسان کواسلام کی دعوت دواگروہ مسلمان ہوگیا توہم میں سے ایک ہوگیا اوراگرانکارکرے تواس کوعلیحدہ کرو۔ حسان یہ سن کرمسلمان ہوگیا۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ لازم ہے کہ اہل کتاب ہرباب میں مسلمانوں سے علیحدہ ہوں لباس میں۔ ٹوپی دستارمیں۔ اورتورات وانجیل کوزورکے ساتھ نہ پڑھیں اورحجازمیں اورنہ مدینہ میں اورنہ یمامہ میں ان کورہنے کی اجازت دی جائے۔

"کیا یہی اسلامی رواداری اورعفو درگذرہے"۔

خاتمہ

خدا کے فضل اورعنایت سے ہم اس شخص کی مختصر سوانح عمری سے فارغ ہوگئے جواپنی شجاعت۔ مذہبی غیرت اوراظہارحق میں بے مثل ویکتا تھا اورجس نے سینکڑوں روحوں کوہلاکت سے بچالیا۔

جس طرح ہم نے اس کتاب کو اس عجز کے ساتھ شروع کیا تھا کہ اس بے مثل زمانی، کتابی، اورعلمی وافعال کے جمع کرنے اورپیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی عذر کے ساتھ اس کوختم بھی کیا جاتا ہے۔ یقین واثق ہے کہ یہ کتاب اپنی کم بضاعتی کے باوجود گم گشتگان راہ راست کے لئے شمع ہدایت کا کام دیگی اوراس کے مطالعہ سے مصر میں بہت سے ایسے نوجوان پیدا ہونگے جوروحوں کے بچانے میں اپنے منجی کے حکم کی تعکیم کرینگے۔

کامل منصور